27

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

27 جولائی تا 2 اگست 2006ء

www.tanzeem.org

ایمان ویقین کی کمزوری کا نتیجہ

ایمان ویقین کی کوتاہی وکمی کا ایک لازمی نتیجہ بزدلی‘ کم حوصلگی اور نفس پرست قوتوں کے غلبہ کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ جب اہل ایمان کی اکثریت ایمان کی کمی کا شکار ہو جائے تو غم وحزن کی وبا عام ہو جاتی ہے اور دلوں میں مادیت اور مادی قوتوں کا رعب اور دہشت بیٹھ جاتی ہے۔ دل انجانے خوف سے لرزاں اور ترساں رہتے ہیں اور مادی ترقی وخوشحالی کے باوجود زندگی عذاب کی صورت اختیار کرنے لگتی ہے۔

ایمان کی کمزوری کا ایک اور لازمی نتیجہ دعوتی کام سے غفلت‘ کوتاہی وسستی کی صورت میں ظاہر ہونے لگتا ہے۔ دنیا بھر کے کاموں کے لیے فکر اور اضطراب موجود ہوتا ہے لیکن اسلامی دعوت کو عام کرنے اور اس کے لیے وقت اور پیسہ صرف کرنے کا جذبہ دب جاتا ہے۔ ایمان ایک نور ہے‘ جو صاحب ایمان شخصیتوں کے قلب کو منور کر دیتا ہے اور انہیں مضطرب بنا دیتا ہے۔ جب دل اس نور سے بڑی حد تک خالی ہو جاتے ہیں تو ایمان کے اس نور کو دوسروں کے دلوں میں منتقل کرنے کا جذبہ بھی سرد پڑ جاتا ہے۔ اس طرح مسلم معاشرہ اجتماعی طور پر اضمحلال کا شکار ہونے لگتا ہے۔

پاکستانی معاشرہ لائحہ عمل کی تلاش میں

محمد موسیٰ بھٹو

اس شمارے میں

امت مسلمہ: جسد سنگ وخشت
اسرائیلی بربریت اور امت مسلمہ کی بے حسی
مروّجہ محافلِ قراءت اور مظلوم قرآن
نورالدین زنگی کی فتحِ دمشق
اسرائیلی جارحیت: ہدف کیا ہے؟
اُمِ یوسف کے آنسو
تشنگی
فکری انتشار‘ پس چہ باید کرد
تفہیم المسائل
دعوتی وتربیتی سرگرمیاں
عالم اسلام

الھدیٰ (240)

ڈاکٹر اسرار احمد

سورۃ النساء

(آیات 156 تا 158)

بسم اللہ الرحمٰن الرَّحیم

﴿ وَّبِكُفۡرِهِمۡ وَقَوۡلِهِمۡ عَلٰى مَرۡيَمَ بُهۡتَانًا عَظِيۡمًا ۙ﴿۱۵۶﴾ وَّقَوۡلِهِمۡ اِنَّا قَتَلۡنَا الۡمَسِيۡحَ عِيۡسَى ابۡنَ مَرۡيَمَ رَسُوۡلَ اللّٰهِ ۚ وَمَا قَتَلُوۡهُ وَمَا صَلَبُوۡهُ وَلٰكِنۡ شُبِّهَ لَهُمۡ ؕ وَاِنَّ الَّذِيۡنَ اخۡتَلَفُوۡا فِيۡهِ لَفِىۡ شَكٍّ مِّنۡهُ ؕ مَا لَهُمۡ بِهٖ مِنۡ عِلۡمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوۡهُ يَقِيۡنًا ۙ﴿۱۵۷﴾ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيۡهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيۡزًا حَكِيۡمًا ﴿۱۵۸﴾ ﴾

''اور اُن کے کفر کے سبب اور مریمؑ پر ایک بہتان عظیم باندھنے کے سبب' اور یہ کہنے کے سبب کہ ہم نے مریمؑ کے بیٹے عیسیٰ مسیحؑ کو جو اللہ کے پیغمبر (کہلاتے) تھے قتل کر دیا ہے (اللہ نے اُن کو ملعون کر دیا) اور انہوں نے عیسیٰؑ کو قتل نہیں کیا اور نہ انہیں سولی پر چڑھایا بلکہ اُن کو اُن کی سی صورت معلوم ہوئی۔ اور جو لوگ اُن کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں وہ اُن کے حال سے شک میں پڑے ہوئے ہیں اور پیروئ ظن کے سوا اُن کو اس کا مطلق علم نہیں اور انہوں نے عیسیٰؑ کو یقیناً قتل نہیں کیا' بلکہ اللہ نے اُن کو اپنی طرف اٹھالیا۔ اور اللہ غالب (اور) حکمت والا ہے۔''

اور ان کو اُن کے کفر کے سبب اور اس بات پر کہ انہوں نے مریمؑ پر بہت بڑا الزام لگایا (مغضوب ٹھہرایا گیا)۔ مریمؑ پر انہوں نے یہ الزام لگایا تھا کہ ان کی نسبت یوسف نجار کے ساتھ ہو چکی تھی' اور ابھی رخصتی نہیں ہوئی تھی کہ ان دونوں کے درمیان تعلق ہو گیا' جس کے نتیجے میں بیٹا پیدا ہو گیا (نعوذ باللہ)۔ امریکہ میں اس گمراہ کن عقیدے پر مبنی فلم چلائی جاتی ہے' جس میں عیسائیوں کو بتایا جاتا ہے کہ جس کو تم Son of God کہتے ہو وہ تو Son of man ہے۔ مطلب یہی ہے کہ مریم علیہا السلام کے ہاں شادی سے پہلے ہی بچہ پیدا ہو گیا۔ یوں وہ مسیح علیہ السلام کو ''ولد الزنا'' قرار دیتے ہیں (العیاذ باللہ)۔ اور ان کا یہ کہنا (بھی لعنت کا باعث تھا) کہ ہم نے مسیح' عیسیٰؑ بن مریمؑ کو قتل کیا ہے' جو اللہ کے رسول ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے بعد sign of exclamation سمجھئے۔ یہ ان کے الفاظ نہیں بلکہ اللہ کے ہیں۔ یعنی ان کا دعویٰ دیکھیے کہ اللہ کے رسول کو قتل کیا ہے' حالانکہ رسول تو قتل ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ تو اللہ کا طے شدہ فیصلہ ہے کہ ﴿ لَاَغۡلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِىۡ ﴾ ''میں ضرور غالب رہوں گا اور میرے رسول بھی۔''

اور انہوں نے ہرگز مسیحؑ کو قتل نہیں کیا اور نہ ہی سولی دی ہے بلکہ اُن کے لیے اس کی (مسیح علیہ السلام کی) شبیہ بنا دی گئی اور انہوں نے اس مشابہت کی وجہ سے حضرت مسیح علیہ السلام کے حواریوں میں سے ایک کو قتل کر دیا۔ اس شخص کی نیت کچھ اور تھی' لیکن اس نے حضرت مسیح علیہ السلام کو گرفتار کرایا تھا' اور اسی کی پاداش میں اللہ تعالیٰ نے اُس کی شکل حضرت مسیح علیہ السلام کی بنا دی اور حضرت مسیح علیہ السلام کی بجائے وہ پکڑا گیا اور سولی پر چڑھا۔ اور جو لوگ اس کے بارے میں اختلاف میں پڑے ہوئے ہیں وہ خود شکوک و شبہات میں مبتلا ہیں۔ انہیں خود پتہ نہیں کہ کیا ہوا اور کیسے ہوا۔ ان کے پاس اس ضمن میں کوئی علم نہیں' سوائے اس کے کہ اٹکل پچو کے تیر چلاتے ہیں۔ یقینی بات یہ ہے کہ نہ تو انہیں قتل کیا گیا اور نہ وہ سولی دیئے گئے بلکہ اللہ نے انہیں اپنی طرف اوپر اٹھالیا۔ اور اللہ تعالیٰ زبردست ہے' کمال حکمت والا۔ اس واقعہ کی تفصیل کچھ پیچھے بیان ہو چکی' مزید تفصیل انجیل برنباس میں دیکھی جا سکتی ہے۔

فرمانِ نبویؐ

جب تک محنت سے کما سکتے ہو سوال نہ کرو!

چودھری رحمت اللہ بٹر

عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((لَاَنْ يَّاْخُذَ اَحَدُكُمْ حَبْلَهٗ فَيَاْتِيَ بِحُزْمَةِ الْحَطَبِ عَلٰى ظَهْرِهٖ فَيَبِيْعَهَا فَيَكُفَّ اللّٰهُ بِهَا وَجْهَهٗ خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ اَنْ يَّسْاَلَ النَّاسَ اَعْطَوْهُ اَوْ مَنَعُوْهُ)) (رواہ البخاری)

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بن العوام سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کسی ضرورت مند آدمی کا یہ رویہ کہ وہ رسی لے کر جنگل جائے اور لکڑیوں کا ایک گٹھا اپنی کمر میں لاد کے لائے اور بیچے' اور اس طرح اللہ کی توفیق سے وہ سوال کی ذلت سے اپنے کو بچالے' اس سے بہت بہتر ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے سوال کا ہاتھ پھیلائے' پھر خواہ وہ اس کو دیں یا نہ دیں۔''

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تا خلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ لاہور

ندائے خلافت

جلد 15 | 27 جولائی تا 2 اگست 2006ء | 30 جمادی الثانی تا 6 رجب المرجب 1427ھ | شمارہ 27

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت
سید قاسم محمود۔ ایوب بیگ مرزا
سردار اعوان۔ محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے' علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو' لاہور۔54000
فون: 6366638 - 6316638 فیکس: 6271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور۔54700
فون: 5869501-03

قیمت فی شمارہ 5 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک......250 روپے
بیرونِ پاکستان
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (1500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (2200 روپے)
ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

امتِ مسلمہ: جسدِ سنگ و خشت

لبنان بحیرہ روم کے مشرقی ساحل کے عین سرے پر واقع ہے۔ یہ ایک سرسبز جزیرہ ہے جس کی لمبائی 135 میل اور چوڑائی 27 میل ہے۔ اس کے جنوب میں اسرائیل اور مشرق میں شام ہے۔ خلافت عثمانیہ کے دور میں شام اور لبنان ایک ہی ملک تھا۔ فرانسیسیوں نے اپنے دورِ حکومت میں انتظامی سہولت کے لیے اُسے دو حصوں میں تقسیم کیا۔ 22 نومبر 1943ء کو لبنان نے فرانس سے آزادی حاصل کی۔ اِس کی کل آبادی تیس لاکھ نفوس پر مشتمل ہے۔ عیسائی اچھی خاصی تعداد میں یہاں مقیم ہیں۔ مسلمانوں کی اکثریت ہے جو سنی اور شیعہ میں منقسم ہیں۔ طے شدہ فارمولے کے مطابق عیسائی صدر' سنی وزیر اعظم اور شیعہ نیشنل اسمبلی کا سپیکر ہوتا ہے۔ شام کا عمل دخل شروع سے رہا ہے۔

لبنان کے مسلمانوں میں اسرائیل اور یہودیوں کے خلاف شدید نفرت پائی جاتی ہے۔ 1970 کے ایام میں جب لبنان میں سول وار زوروں پر تھی' اُس وقت الفتح کو لبنان میں بڑا اثر و رسوخ حاصل تھا لیکن 1972ء میں اسرائیلی افواج الفتح کو لبنان سے نکالنے میں کامیاب ہو گئیں۔ 1982ء میں حزب اللہ کی بنیاد رکھی گئی' جس نے مسلسل جدوجہد کی اور اسرائیل کو لبنان سے نکلنے پر مجبور کر دیا۔ حزب اللہ محض ایک عسکری جماعت نہیں بلکہ لبنان میں سماجی کاموں میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی ہے۔ وہ ایک بڑا ہسپتال' ایک یتیم خانہ بھی بخوبی چلا رہی ہے۔ وہ المنار سیٹلائٹ چینل کے نام سے میڈیا کے میدان میں بھی سرگرم عمل ہے۔

لبنان پر اسرائیل کی حالیہ جارحیت کی بہت سی دوسری وجوہات بھی ہیں لیکن وہ تقریباً ربع صدی پہلے حزب اللہ کے ہاتھوں شکست پر بھی اپنے زخم چاٹ رہا تھا اور انتقام کے لیے موقع کی انتظار میں تھا۔ ایک اسرائیلی یونیورسٹی کے پروفیسر نے واضح الفاظ میں اعتراف کیا ہے کہ موجودہ جنگ کا تین اسرائیلی سپاہیوں کے اغواء سے کوئی تعلق نہیں' اس حملہ کی تیاری مئی 2000ء میں شروع کی گئی تھی۔ دو برس قبل ایک اسرائیلی فوجی افسر نے جنگ کا مکمل نقشہ امریکی سفیر' بعض دانشوروں اور سفارت کاروں کے سامنے رکھا تھا۔ اور تین ہفتوں میں کام مکمل کرنے یعنی حزب اللہ کو مکمل طور پر تباہ کرنے کی منصوبہ بندی کی گئی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ صدر بش فی الحال سیز فائر کے حق میں نہیں' وہ اسرائیل کو اطمینان سے اپنا ہدف حاصل کرنے کا وقت دینا چاہتے ہیں۔ جہاں تک فوجیوں کے اغوا کا تعلق ہے' ایسے واقعات تو پہلے بھی کئی مرتبہ ہو چکے ہیں اور قیدیوں کا باہم تبادلہ ہو جاتا تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ ملت کفر جسدِ واحد بنی ہوئی ہے۔ کفار مسلمانوں کے خلاف ایک دوسرے کی کہیں کھلم کھلا' کہیں در پردہ مدد کر رہے ہیں اور اپنے تئیں امتِ مسلمہ کو مٹا دینے یا مکمل طور پر غلامی کی زنجیروں میں جکڑ دینے پر تلے ہوئے ہیں۔ جہاں تک مسلمان ممالک کے حکمرانوں کا تعلق ہے انہیں خاموش رکھنے کے لیے دشمن اپنا کام کر چکا ہے اور مطمئن ہے۔ حیرت کی بات ہے کہ صدر بش نے لبنان پر اسرائیلی حملے کے بعد عرب ممالک کے حکمرانوں کو فون پر انتباہ کیا کہ کوئی اسرائیلی حملے کی مذمت نہیں کرے گا۔ اِس ہدایت پر مکمل طور پر عملدرآمد ہوا۔ کاش! مسلمان حکمران تاریخ کا مطالعہ کر لیں کہ دشمن مکمل فتح کے بعد اپنے کاسہ لیسوں سے کیا سلوک کرتا ہے۔ کاش! مسلمان حکمران سمجھ سکیں کہ پسپا ہونے والوں کی کمر بھی دیوار سے لگ جائے تو دشمن اِس پر بھی بس نہیں کرتا بلکہ زندہ چُن دیتا ہے۔ کاش! مسلمان حکمران سمجھ سکیں کہ خنجر بکف دشمن اُن کے بھائی کا کام تمام کر کے اُن کی طرف بھی لازماً بڑھے گا۔ کاش! مسلمان حکمران سمجھ سکیں کہ کفر کی دشمنی اشخاص سے نہیں' اُن کے دین سے ہے۔ اگر اُن کا نام بھی اسلامی ہے تو بچ نہیں سکیں گے۔ کاش! مسلمان حکمران سمجھ لیں کہ قصاب بکروں کو باندھنے کے بعد باری باری ذبح کرتا ہے۔ کاش! مسلمان حکمران سمجھ لیں کہ کسی کو زندگی تا ابد ملی (باقی صفحہ 12 پر)

تیسویں غزل

(بالِ جبریل' حصّہ دوم)

ہر شے مسافر ہر چیز راہی! کیا چاند تارے' کیا مرغ و ماہی!

تُو مردِ میداں تُو میرِ لشکر نوری حضوری تیرے سپاہی!

کچھ قدر اپنی تُو نے نہ جانی یہ بے سوادی یہ کم نگاہی!

دنیائے دُوں کی کب تک غلامی یا راہبی کر' یا پادشاہی!

پیرِ حرم کو دیکھا ہے میں نے کردار بے سوز! گفتار واہی!

پانچ اشعار پر مشتمل یہ غزل ''بالِ جبریل'' کی مشہور غزلوں میں سے ہے' لیکن اس کی شہرت زیادہ تر اُس کی موسیقی کی بناء پر ہے۔

1۔ کائنات میں ہر شے متحرک ہے' خواہ وہ اجرامِ فلکی ہوں یا حیواناتِ ارضی۔ اِس حرکت سے تغیر رونما ہوتا رہتا ہے۔ دنیا کی کوئی چیز حتیٰ کہ جمادات بھی تغیر سے مستثنیٰ نہیں ہیں۔ حرکت' تغیر' انقلاب یہی زندگی کا اصلِ اُصول ہے۔ علامہ یہی بات اپنے اِس معروف شعر میں کہتے ہیں:

سکوں محال ہے قدرت کے کارخانے میں
ثبات ایک تغیر کو ہے زمانے میں

2۔ انسان اشرف المخلوقات ہے۔ تمام موجودات ومخلوقات اس کی خادم ہیں۔ پوری کائنات انسان کے تابع ہے۔ انسان مردِ میداں ہے' میرِ لشکر ہے۔ نوری اور حضوری دونوں انسان کے سپاہی ہیں۔ ''نوری'' سے مراد ہے فرشتے۔ ''حضوری'' کا مطلب ہے وہ فرشتے جو مقربِ بارگاہ ہیں۔

3۔ بے سوادی یعنی بے عملی۔ علامہ کہتے ہیں کہ افسوس انسان اپنی اِس حقیقت سے ناواقف ہے کہ وہ اشرف المخلوقات ہے۔ اللہ نے تو اُسے اشرف المخلوقات ہی بنایا ہے' لیکن وہ اپنی کم نظری اور بے عملی کی وجہ سے یا تو اپنے سے کم تر چیزوں' مثلاً اجرامِ فلکی یا حیوانات یا بتوں کی پرستش کرتا ہے یا اپنے جیسے انسانوں کے آگے دستِ سوال دراز کرتا ہے۔ یہ رویہ اُس کی جہالت اور کم نگاہی پر مبنی ہے۔

4۔ اے انسان! اے مسلمان! تُو کب تک اس ذلیل دنیا کی غلامی کرتا رہے گا؟ تیری یہ حالت تو سراسر ناقابلِ برداشت ہے۔ یا تو اپنے اندر شانِ فقر پیدا کر اور اس دنیا پر حکومت کر۔ اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو پھر رہبانیت اختیار کر اور دنیا کو ترک کر کے گوشہ نشینی اختیار کر لے۔ یہ صورت بھی غلامی سے بہرحال بہتر ہے۔

5۔ ملتِ اسلامیہ کی بے سوادی اور کم نگاہی کا بڑا سبب یہ ہے کہ اس کے مذہبی رہنما اور علماء' گفتار اور کردار' دونوں کے اعتبار سے فرومایہ ہیں۔ اُن کے وعظ میں علمی دلائل کا زور نہیں ہوتا جس سے اُن کے سامعین متاثر ہو سکیں۔ ان کے وعظ سے تھوڑی دیر کے لئے اثر قائم ہوتا ہے لیکن ان کے عمل وکردار کو دیکھ کر یہ عارضی اثر بھی کافور ہو جاتا ہے۔ اُن کے اعمال میں راستی' سوز وگداز اور اخلاص کا رنگ نہیں پایا جاتا جو دوسروں کو اُن کے اتباع پر مائل کر سکے۔ ان کا کردار بے سوز اور ان کی گفتار واہی یعنی بے سروپا' بے فائدہ۔

منبر و محراب

اسرائیلی بربریت اور امت مسلمہ کی بے حسی

اور بنی اسرائیل کی تاریخ' نفسیات' عزائم' اُن پر آنے والے عذابات اور ریاست اسرائیل کا قیام ——— ایک مختصر جائزہ

مسجد دارالسلام باغ جناح' لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید صاحب کے 21 جولائی 2006ء کے خطبۂ جمعہ کی تلخیص

آیاتِ قرآنی کی تلاوت اور خطبۂ مسنونہ کے بعد فرمایا:

حضرات! آج میری گفتگو کا موضوع ہے: اسرائیلی بربریت اور امت مسلمہ کی بے حسی ——— اور بنی اسرائیل کی تاریخ' نفسیات' عزائم اور اُن پر آنے والے عذابات اور ریاست اسرائیل کا قیام ——— ایک جائزہ

فلسطین اور لبنان کے مسلمانوں پر اسرائیل کے ظلم و بربریت پر ہر دردمند مسلمان کا خون کھول رہا ہے۔ ہر دل میں ایک شدید اضطراب' کرب اور بے چینی سی کیفیت ہے۔ بے بسی کا احساس ہے۔ دھونس' دھاندلی کی بھی ایک حد ہوتی ہے' مگر آج دہشت گرد اسرائیل تمام حدیں پار کر چکا ہے۔ اسرائیل کے مظالم کی نوعیت کو واضح کرنے کے لیے الفاظ ساتھ نہیں دیتے۔ ذخیرۂ الفاظ محدود محسوس ہوتا ہے۔ کس قدر عجیب بات ہے کہ دنیا نے اِس بربریت پر مجرمانہ خاموشی اختیار کر رکھی ہے۔ آزادی اور انصاف کا دعویدار امریکہ بجائے مذمت کے اسرائیل کی ننگی جارحیت کی حمایت کر رہا ہے۔ یہی نہیں بلکہ ذرائع ابلاغ کی رپورٹوں کے مطابق امریکی صدر نے بہت سے مسلمان حکمرانوں کو بھی فون کر کے یہ ہدایت کی ہے کہ تمہاری طرف سے اسرائیل کی مذمت میں کوئی بیان نہیں آنا چاہیے۔ امریکہ کی طرف سے اسرائیل کی اندھی حمایت سے یہ بات واضح ہے کہ امریکی صدر اسرائیل کا بے دام غلام ہے۔ جس نے اسرائیل کے ہر اقدام کو سپورٹ کرنے کا تہیہ کر رکھا ہے اور اُس کا مشن ہی اسرائیل کو تحفظ فراہم کرنا ہے۔

یہودی ریاست اسرائیل وقت کی بدترین جارح طاقت ہے۔ اُس نے پوری دنیا کو اپنے شکنجے میں جکڑ رکھا ہے۔ فلسطین اور لبنان کے علاوہ بھی دنیا میں جہاں کہیں فتنہ و فساد برپا ہے' ظلم و بربریت اور دہشت گردی ہوتی ہے' اگر بغور جائزہ لیا جائے تو اُس کے پس منظر میں یہودی اقلیت اور اسرائیل کا عمل دخل دکھائی دیتا ہے۔ بڑی جارح طاقتیں امریکہ اور برطانیہ تو اُس کے مہرے اور آلہ کار ہیں۔ اُن کی ڈور ہلانے والا سازشی عنصر اور سب سے بڑی دہشت گرد قوت یہودی ہیں جن کی شرارتوں نے دنیا کو بدامنی اور انتشار کی آگ میں جھونک دیا ہے۔

عالمی سطح پر یہودیوں کی شر انگیزی اور سازشی کردار کا نتیجہ ہے کہ وہ مغضوب قوم جو آج سے ساٹھ سال پہلے تک دنیا میں مارے مارے پھرتی تھی' جسے سر چھپانے کے لیے کوئی جگہ میسر نہ تھی' آج پوری دنیا کو اپنے نرغے میں لے چکی ہے۔ دنیا میں سب سے زیادہ موثر کردار آج یہودیوں کا ہے۔ وہ بدترین استحصالی سودی نظام قائم کر کے دنیا کی معیشت کو کنٹرول کر رہے ہیں' اور سیاسی اعتبار سے پوری دنیا کو نیو ورلڈ آرڈر کے تحت لانے کے لیے انہوں نے بدمست امریکہ کو اپنا آلہ کار بنا لیا ہے۔ ثقافتی میدان میں آج انہی کی شیطانی پلاننگ کے مطابق دنیا بھر میں مادر پدر آزادی اور لباس حیا سے عاری بے شرم تہذیب کا چرچا ہے۔

آیئے' قرآن حکیم کی روشنی میں یہودیوں کی تاریخ' نفسیات' فلسفہ' اُن پر آنے والے عذابات' مکروہ عزائم اور ریاست اسرائیل کے قیام کا جائزہ لیتے ہیں:

یهودی کون هیں؟

سب سے پہلا سوال یہ ہے کہ یہودی کون ہے؟ یہودی حضرت یعقوبؑ کی اولاد ہیں۔ حضرت یعقوبؑ کا لقب اسرائیل تھا۔ چنانچہ اُن کے تعلق سے انہیں بنی اسرائیل کہا جاتا ہے۔ بحیثیت امت بنی اسرائیل کی تاریخ کا آغاز حضرت یعقوب علیہ السلام سے ساڑھے تین سو برس بعد حضرت موسیٰؑ کے دور سے ہوتا ہے۔ حضرت موسیٰؑ صاحب شریعت رسول تھے۔ انہیں تورات عطا ہوئی' تب سے بنی اسرائیل کو باقاعدہ امت کا اعزاز ملا۔ اور اُن سے یہ عہد لیا گیا کہ زمین پر اللہ کی نمائندہ امت ہونے کے ناطے تمہیں اللہ کے قانون کو نافذ کرنا ہے۔ اس وقت سے لے کر نبی اکرم ﷺ کی بعثت تک انہیں زمین پر وہی مقام حاصل رہا جو امت محمدیہ کو حاصل ہے۔

بنی اسرائیل کو تمام جہان والوں پر فضیلت عطا کی گئی۔ اُس کا ایک مظہر یہ ہے کہ دو ہزار سال تک نبوت و رسالت کا مبارک سلسلہ انہی کی نسل میں جاری رہا۔ تاہم وہ اِس اعزاز کے متحمل نہیں ہو سکے۔ انہوں نے فضیلت کو اپنے لیے فضیحت بنا دیا۔ چنانچہ اللہ سے بے وفائی' انبیاء کے قتل اور شریعت سے روگردانی کے سبب اِس اعزاز سے محروم کر دیے گئے۔ اُن کے ذہن میں یہ خیال باطل سما گیا تھا' کہ چونکہ ہم تو خدا کے چنیدہ لوگ ہیں' لہٰذا ہم ہی اصل انسان ہیں۔ ہمارے علاوہ باقی نوعِ انسانی کی حیثیت جانوروں کی سی ہے۔ وہ جنٹائل ہیں۔ ہم جس طرح چاہیں انہیں استعمال کر سکتے ہیں۔ اپنے مقاصد اور مفادات کے لیے اُن کا ہر طرح سے استحصال ہمارے لیے جائز ہے۔ نوعِ انسانی کے تعلق سے یہودیوں کا یہ بنیادی فلسفہ ہے۔ اس کا ذکر قرآن حکیم میں بایں الفاظ آیا ہے۔

"وہ کہتے ہیں کہ اُمیوں کے بارے میں ہم سے مواخذہ نہیں ہوگا۔ یہ محض اللہ پر جھوٹ بولتے ہیں اور (اس بات کو) جانتے بھی ہیں۔" (آل عمران:75)

یهودیوں پر آنے والے بڑے عذابات

یہودی اپنے جرائم کے سبب مغضوب قرار پائے۔ ان پر ذلت اور مسکنت مسلط کی گئی اور وقفے وقفے سے عذابات آتے رہے قرآنِ مجید میں اُن پر آنے والے دو بڑے عذابوں کا تذکرہ ہے۔ دونوں مواقع پر نہ صرف اُن کا قتل عام ہوا بلکہ ارضِ فلسطین سے بے دخل بھی کئے گئے اور اُن کا قبلہ بیت المقدس جسے ہیکل سلیمانی بھی کہتے ہیں (کیونکہ اسے حضرت سلیمان علیہ السلام نے تعمیر کیا تھا) مسمار کر دیا گیا' بلکہ اِس کی بنیادیں تک کھود ڈالی گئیں۔

بنی اسرائیل پر پہلا حملہ عراق کی طرف سے ہوا' اسی لیے اُن کی عراق سے سب سے زیادہ دشمنی ہے۔ یہ حملہ 700ق۔م بخت نصر نے کیا۔ اِس کے نتیجے میں لاکھوں یہودی قتل ہوئے اور جو زندہ بچ گئے بخت نصر انہیں بھیڑ بکریوں کی طرح یرغمال بنا کر عراق لے گیا۔ وہاں ڈیڑھ سو سال تک اسیری کی حالت میں رہے' تب انہیں رہائی ملی اور دوبارہ فلسطین آ کر آباد ہو گئے۔

یہودیوں پر دوسرا بڑا عذاب 70ء میں اُس وقت آیا' جب انہوں نے بڑے بڑے معجزات دیکھ لینے کے باوجود

حضرت عیسیٰ کی رسالت کا انکار کر دیا' بلکہ اپنے تئیں اُنہیں سولی پر بھی چڑھا دیا۔ یہ عذاب رومی جرنیل طیطس (Titus) کے حملے کی صورت میں تھا۔ اِس حملے میں ایک لاکھ سے زائد یہودی قتل ہوئے اور جو بچ رہے انہیں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اُس سرزمین سے نکال دیا گیا۔

یہودی جب وہاں سے رسوا ہو کر نکلے تو پوری دنیا میں منتشر ہو گئے' مگر اِس حال میں کہ زمین کے کسی حصے میں بھی انہیں کوئی اختیار و اقتدار اور حیثیت حاصل نہیں ہوئی۔ ہر جگہ ذلت و رسوائی کے ساتھ رہے۔ یوں تقریباً انیس سو برس تک دربدر کی ٹھوکریں کھاتے رہے' تا آنکہ گزشتہ صدی میں اسرائیل کی ناجائز ریاست قائم ہوئی اور یہ دوبارہ یہاں آ کر آباد ہو گئے۔ یہودیوں کی بے دخلی کا طویل دورانیہ "Diaspra" (دورِ انتشار) کہلاتا ہے۔ آج وہ پوری دنیا سے اسی ذلت و رسوائی کے دور کا انتقام لے رہے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ کی بعثت کے وقت بنی اسرائیل کی حالت

جب نبی اکرم ﷺ کی بعثت ہوئی' بنی اسرائیل کو فلسطین سے بے دخل ہوئے تقریباً چھ سو برس گزر چکے تھے۔ اُس وقت یروشلم رومن امپائر کے زیرنگیں تھا' جو عیسائیوں کی ریاست تھی۔ چنانچہ یہودیوں کو یروشلم میں سکونت تو کجا زیارت کی بھی اجازت نہیں تھی۔ اور ہیکل سلیمانی مسمار پڑا تھا اور آج تک مسمار ہے۔ یہودیوں اور عیسائیوں کی آپس میں سخت دشمنی تھی۔ عیسائی چونکہ غالب طاقت تھے اس لیے اُن کے ہاتھوں یہودیوں کا استحصال ہو رہا تھا۔

مدینہ میں اُس وقت تین یہودی قبیلے آباد تھے' بنوقریظہ' بنونظیر اور بنوقینقاع۔ مسلمانوں کو توقع تھی کہ یہودی سب سے آگے بڑھ کر نبی اکرم ﷺ کی دعوتِ حق کو قبول کریں گے اور ایمان لے آئیں گے' کیونکہ آپؐ جن ایمانی حقائق کی دعوت دے رہے تھے' وہ یہودیوں کے لیے جانے پہچانے تھے مگر اُن کی یہ توقع پوری نہ ہوئی۔ یہودی اسلام کے کٹر دشمن ثابت ہوئے۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا:

"(مومنو) کیا تم یہ اُمید رکھتے ہو کہ (یہ یہودی) ایمان لائیں گے تمہارے کہنے سے' (حالانکہ) ایک گروہ ان میں ایسا تھا جو سنتا تھا کلام الٰہی (یعنی تورات) کو پھر بدل دیتا تھا' اسے خوب سمجھ لینے کے بعد' جان بوجھ کر۔"
(البقرہ:175)

یہودیوں کے قبولِ حق میں اصل رکاوٹ

یہودیوں کے قبولِ حق میں سب سے بڑی رکاوٹ اُن کا حسد تھا۔ اُن کا خیال تھا کہ نبی آخر الزمان ﷺ جن کی آمد کی پیشین گوئیاں ہماری کتابوں میں دی گئی ہیں' بنی اسرائیل ہی میں سے ہوں گے' کیونکہ پچھلے دو ہزار سال سے رسالت بنی اسرائیل ہی میں چلی آ رہی تھی۔ اُن کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہ تھی کہ اللہ کے آخری نبی بنی اسماعیل میں سے ہوں گے۔ چنانچہ جب بنی اسماعیل میں سے نبی اکرم ﷺ کی بعثت ہوئی تو اِس حسد کی بناء پر کہ یہ شرف و امتیاز ہم سے کیوں چھین لیا گیا' یہودی آپؐ اور آپؐ کی دعوتِ حق کے دشمن بن گئے' ورنہ یہ ظاہر ہے کہ آپؐ کا نبی برحق ہونا اُن پر خوب واضح تھا۔ قرآن عزیز کہتا ہے:

"وہ پہچانتے ہیں انہیں جیسے وہ پہچانتے ہیں اپنے بیٹوں کو۔" (البقرہ:146)

یہودیوں کے لیے رسوائی ہے' سوائے دو صورتوں کے

قرآن حکیم میں بتایا گیا ہے کہ یہودیوں پر ذلت اور مسکنت کا عذاب مسلط کیا گیا۔ اِس سے نجات کی اُن کے لیے دو ہی صورتیں ہیں۔ پہلی اور اصل صورت یہ ہے کہ وہ اسلام قبول کر لیں' حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت پر ایمان لے آئیں' یوں راہِ حق کو اختیار کرنے کی وجہ سے انہیں دنیا اور آخرت میں فوز و فلاح اور عزت و کامرانی نصیب ہو سکتی ہے۔ اس صورت کو "بحبل من اللہ" قرار دیا گیا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ وہ بعض دوسری قوموں کی مدد سے دنیا میں عارضی طور پر غلبہ حاصل کر سکتے ہیں۔ اِس صورت کے لیے قرآن حکیم میں "بحَبلِ من الناس" کے الفاظ آئے ہیں۔ چنانچہ سورۃ آل عمران میں فرمایا:

﴿ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ أَيْنَ مَا ثُقِفُوا إِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللَّهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَاءُوا بِغَضَبٍ مِّنَ اللَّهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانُوا يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ الْأَنبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۚ ذَٰلِكَ بِمَا عَصَوا وَّكَانُوا يَعْتَدُونَ ﴿١١٢﴾﴾

"یہ جہاں نظر آئیں گے ذلت (کو دیکھو گے کہ) ان سے چمٹ رہی ہے بجز اس کے کہ یہ اللہ اور (مسلمان) لوگوں کی پناہ میں آ جائیں۔ اور یہ لوگ اللہ کے غضب میں گرفتار ہیں اور ناداری اُن سے لپٹ رہی ہے۔ یہ اس لیے کہ اللہ کی آیتوں سے انکار کرتے تھے۔ اور (اُس کے) پیغمبروں کو ناحق قتل کر دیتے تھے۔ یہ اس لیے کہ یہ نافرمانی کیے جاتے اور حد سے بڑھے جاتے تھے۔"

یہودیوں نے آپؐ کی دعوتِ حق کو قبول نہیں کیا کہ رحمت خداوندی کے مستحق ٹھہرتے۔ وہ ہمیشہ سے نورِ حق کی شمع کو بجھانے کی کوشش کرتے رہے۔ انہوں نے ابلیس کے ایجنٹ کا کردار ادا کیا۔ قرآن حکیم نے روزِ اول سے مسلمانوں کو اُن کی سخت دشمنی سے متنبہ کر دیا تھا:

﴿لَتَجِدَنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِينَ آمَنُوا الْيَهُودَ وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا ......﴿٨٢﴾﴾ (المائدہ)

"(اے پیغمبر ﷺ) ضرور پائیں گے آپ سب لوگوں سے زیادہ دشمنی رکھنے والے مومنوں سے یہود کو اور مشرکوں کو۔"

اور ساتھ ہی یہ ہدایت بھی کر دی تھی کہ:

﴿لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ ......﴿٥١﴾﴾
(المائدہ)

"نہ بناؤ یہود و نصاریٰ کو اپنا دوست و مددگار۔"

اسرائیل کے قیام کا پس منظر

یہودیوں نے "حبل من الناس" کا سہارا لیا۔ وہ اپنے بل بوتے ذلت اور رسوائی سے نہیں نکل سکتے تھے' چنانچہ انہوں نے وقت کی سپر پاور برطانیہ اور امریکہ کی سپورٹ حاصل کی۔ اِس مقصد کے لیے انہوں نے کیا کیا سازشیں کیں اُن کی تفصیل "یہودی پروٹوکولز" میں موجود ہے۔ اِس میں اُن کی مکمل منصوبہ بندی کا تذکرہ ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ کس طرح وہ دنیا کو حیوان بنا کر شیطانی چکر میں مبتلا کریں گے' کس طرح بڑی طاقتوں کو اپنا آلۂ کار بنا کر اپنے مذموم مقاصد حاصل کریں گے۔ اسی شیطانی منصوبہ بندی کے مطابق وہ آگے بڑھتے رہے۔ چونکہ عیسائی یہودیوں کے سخت دشمن تھے لہٰذا یہودیوں نے اُن پر غلبہ پانے کے لیے عیسائیت کو تقسیم کیا۔ پروٹسٹنٹس کے نام پر ایک نیا فرقہ پیدا کیا۔ عیسائی مذہب میں سود حرام تھا مگر یہودیوں نے پروٹسٹنٹس کے ذریعے سود کو جائز قرار دلوایا۔ اب انہوں نے بنک آف انگلینڈ قائم کیا۔ بعد میں چرچ آف انگلینڈ قائم ہوا۔ اس طرح پروٹسٹنٹس کو یرغمال اور آلۂ کار بنا کر سودی نظام کے ذریعے یورپ کی معیشت پر کنٹرول حاصل کر لیا۔

یہ وہ وقت تھا جب انہیں ایک موثر حیثیت حاصل ہو گئی۔ چنانچہ اب انہوں نے دور رس نتائج کے حامل دو کام کیے۔ پہلا کام یہ کیا کہ 1917ء میں اعلان بالفورڈ کے ذریعے برطانیہ سے سرزمین فلسطین پر آباد ہونے کا حق منوا لیا۔ برطانیہ نے یقین دلایا کہ انہیں فلسطین میں آباد کیا جائے گا۔ دوسرا گھناؤنا کام یہ کیا کہ برطانیہ کے ذریعے سلطنت عثمانیہ کا خاتمہ کرا دیا۔ اسی طرح 1924 میں وہ ترکی سے خلافت کا خاتمہ کرانے میں بھی کامیاب ہو گئے۔ اِن دو اقدامات سے یہودیوں کے فلسطین پر قبضے کی راہ ہموار ہو گئی۔ اور بالآخر ارضِ فلسطین پر اسرائیل کی ناجائز ریاست قائم ہو گئی' جس کا خواب وہ گزشتہ دو ہزار برس سے دیکھ رہے تھے۔

دوسری جنگ عظیم کے بعد وقت کی سپر پاور برطانیہ زوال کا شکار ہو گئی اور دنیا کے نقشہ پر امریکہ ایک بہت بڑی قوت بن کر اُبھرا۔ یہودی سازشیوں نے اب اپنا رُخ امریکہ کی طرف کر لیا۔ اُسے اپنے شکنجے میں لینے کے لیے پلاننگ شروع کر دی' اور اس میں انہیں خاطر خواہ کامیابی حاصل ہوئی اور امریکہ کے سر پر سوار ہو گئے۔ اب وہ جو بھی ظلم و بربریت اور فتنہ و فساد کر رہے ہیں امریکہ کے بل بوتے پر کر رہے ہیں۔

ارضِ فلسطین پر کس کا حق ہے؟

قضیہ اسرائیل کے ضمن میں ایک اہم سوال یہ ہے کہ

ارض فلسطین پر حق کس کا ہے۔ دیکھیے' حضرت اسحٰق علیہ السلام' حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے تھے۔ اور حضرت ابراہیم کا نسلی تعلق عراق سے ہے۔ فلسطین سے نہیں۔ انہوں نے عراق سے ہجرت کی اور اپنے ایک بیٹے حضرت اسمٰعیل ؑ کو حجاز میں اور دوسرے بیٹے حضرت اسحٰق ؑ کو فلسطین میں آباد کیا۔ یہ بات بہت اہم ہے کہ اگرچہ بنی اسرائیل کئی سالوں تک فلسطین میں رہے مگر ان کی حیثیت مہاجرین کی سی تھی' کیونکہ وہاں اُن کی حکومت قائم نہیں ہوئی۔ فلسطین میں یہودیوں کو اقتدار اُس وقت حاصل ہوا جب یوشع بن نون کی قیادت میں انہوں نے جہاد کیا۔ چنانچہ اب اس سرزمین پر اُن کا قبضہ ہو گیا۔ ہمارے ہاں فکرِ مغرب سے متاثر اور مرعوب بعض دانشوروں کا کہنا ہے کہ فلسطین پر یہودیوں کا حق ہے۔ اس سلسلے میں وہ قرآن کی اس آیت کا حوالہ دیتے ہیں کہ:

﴿ یٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِیْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ ...... ﴾ (المائدہ)

''اے میری قوم! داخل ہو جاؤ' اس پاک زمین میں' جسے لکھ دیا ہے اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے''

حالانکہ سیاق وسباق پر غور کیا جائے تو یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ فلسطین پر اُن کی تولیت جہاد سے مشروط تھی۔ جہاد اللہ سے وفاداری کی علامت تھی۔ مطلب یہ تھا کہ جب تک تم اللہ اور اُس کے دین کے وفادار رہو گے' ارضِ مقدس کی تولیت تمہیں حاصل رہے گی اور جب تم بے وفائی کرو گے تو یہ تولیت تم سے لے لی جائے گی۔ اور عملاً بھی ایسا ہی ہوا۔ چنانچہ تاریخ میں اُن پر دو بڑے عذاب آئے اور دونوں مرتبہ وہ ارضِ مقدس سے بے دخل کر دیے گئے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو بیت المقدس کی تولیت بھی عطا فرمائی۔ سورۂ بنی اسرائیل میں واقعۂ معراج کے ذکر میں فرمایا:

﴿ سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ① ﴾

''وہ (ذات) پاک ہے جو ایک رات اپنے بندے کو مسجد الحرام (یعنی خانہ کعبہ) سے مسجد اقصیٰ (یعنی بیت المقدس) تک جس کے گرداگرد ہم نے برکتیں رکھی ہیں لے گیا تاکہ ہم اُسے اپنی (قدرت کی) نشانیاں دکھائیں۔ بے شک وہ سننے والا (اور) دیکھنے والا ہے۔''

نبی اکرم ﷺ نے اس دوران مسجد احرام سے مسجد اقصیٰ تک زمینی سفر کیا اور مسجد اقصیٰ میں تمام انبیاء کو نماز پڑھائی۔ یہ اس بات کا علامتی اظہار تھا کہ آپؐ کے واسطے سے بیت المقدس کی تولیت مسلمانوں کو عطا کر دی گئی ہے۔ اگرچہ نبی اکرم ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے دوران اس سرزمین پر مسلمانوں کی حکومت قائم نہیں ہوئی' تاہم خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروقؓ کے دورِ خلافت میں بغیر خون ریزی کے یروشلم فتح ہو گیا۔ اس موقع پر مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان ایک معاہدہ ہوا۔ معاہدہ کی رو سے عیسائیوں کا یہ مطالبہ مان لیا گیا' مسلمان یہودیوں کو یروشلم میں آباد ہونے کی اجازت نہیں دیں گے۔ مسلمانوں نے ہر دور میں اس اہم شق کی بطور خاص پاسداری کی۔ چنانچہ 1916ء میں جبکہ خلافت عثمانیہ زوال پذیر تھی' قرصوہ آفندی کی قیادت میں یہودیوں کا ایک وفد سلطان عبدالحمید کی خدمت میں حاضر ہوا اور انہیں پیشکش کی کہ اگر آپ ہمیں یروشلم میں آباد ہونے کی اجازت دے دیں تو سلطنت عثمانیہ کے تمام قرضے ادا کر دیں گے۔ سلطان نے کمال جرأت مندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اُن کی یہ پیشکش ٹھکرا دی۔

اس تمام بحث سے یہ حقیقت واضح ہے کہ ارضِ فلسطین پر ہرگز یہودیوں کا حق نہیں ہے۔ انہوں نے اگر اسرائیلی ریاست قائم کی ہے تو سازشوں کے ذریعے کی ہے' اور یہ غاصب اور ناجائز ریاست ہے۔ اسی لئے تو بانیٔ پاکستان قائد اعظم نے کہا تھا کہ ''اسرائیل مغرب کا ''حرامی'' بچہ ہے۔'' حکیم الامت علامہ اقبال نے بھی بڑے مدلل انداز میں یہودیوں کے اِس مزعومہ حق کی تردید کی تھی۔

ہو خاکِ فلسطیں پہ یہودی کا اگر حق
اسپین پر کیوں حق نہیں پھر اہلِ عرب کا

فلسطینیوں پر جب اسرائیل کے مظالم کا سلسلہ حد سے بڑھ گیا تو انہوں نے انتفاضہ شروع کی' پتھروں سے ٹینکوں کا مقابلہ کرنے لگے۔ دنیا یہ سب کچھ خاموش تماشائی بنی دیکھتی رہی۔ قیامِ امن کے نام پر لاحاصل مذاکرات کا سلسلہ چلتا رہا' مگر حقیقت میں فلسطینیوں کو مظالم سے نجات دلانے کے لیے عالمی طاقتوں نے سنجیدہ کوششیں نہیں کیں۔ چنانچہ جب کوئی چارہ کار باقی نہ رہا تو ''تنگ آمد بجنگ آمد'' کے مصداق فلسطینیوں نے خودکش حملے شروع کر دیے' تاکہ اپنی جانیں قربان کر کے اسرائیلی بربریت کے خلاف احتجاج کیا جائے۔

اسرائیل کی حالیہ جارحیت:
بدترین دہشت گردی

اسرائیل کی تازہ ترین دہشت گردی فلسطینی عوام کے لیے حماس کو برسرِ اقتدار لانے کی سزا ہے۔ پہلے فلسطینی عوام کی ہر طرح سے امداد بند کی گئی اور ساتھ ساتھ یہ بھی دھمکی دی گئی کہ جو بھی اُسے امداد پہنچائے گا' اُسے دہشت گرد قرار دیا جائے گا۔ اب جبکہ غزہ اور خان یونس پر جارحیت کی گئی' جس کے جواب میں حزب اللہ نے اسرائیلی فوجیوں کو اغوا کیا تو اُس سے قیامت آ گئی۔ اسرائیل نے لبنان پر بدترین بمباری شروع کر دی۔ اس بمباری کے نتیجے میں اب تک سینکڑوں افراد جاں بحق ہو چکے ہیں۔ ہزاروں زخمی اور لاکھوں بے گھر ہو چکے ہیں۔ دنیا کے منصفو! کیا یہ جارحیت دہشت گردی کی بدترین مثال نہیں ہے؟ اسرائیلی خود تو سینکڑوں فلسطینیوں کو اغوا کرتے ہیں مگر جب حزب اللہ نے ردِعمل میں چند فوجی اغوا کر لئے تو اس پر یہودی اتنے سیخ پا ہیں کہ لبنان پر آتش و آہن کی بارش کی جا رہی ہے۔ عالمی امن کا ٹھیکیدار امریکہ اور اس کے حواری اس بربریت کی پرزور حمایت کر رہے ہیں۔

اندریں حالات — ہم سمجھتے ہیں کہ اسرائیل کی ریاستی دہشت گردی انتہائی قابلِ مذمت ہے مگر اس سے بھی بڑھ کر قابلِ مذمت اسرائیل کے لیے امریکہ کی حمایت ہے۔ پھر یہ کہ اِس صورتِ حال میں مسلمان حکمران صدر امریکہ کے حکم کے مطابق مہر بلب ہیں۔ اُن کی طرف سے نہ تو کوئی احتجاج ہو رہا ہے اور نہ ہی کوئی مذمتی بیان آیا ہے۔ مسلمان حکمرانوں کی یہ مجرمانہ خاموشی اُن کی بزدلی' بے حسی اور بے حمیتی کی انتہا ہے۔

اسرائیل کے عزائم

اسرائیل کے عزائم تو اہلِ نظر پر عیاں ہیں۔ اُس کا ایک طے شدہ ایجنڈا ہے۔ وہ گریٹر اسرائیل کا قیام اور مسجد اقصیٰ کو گرا کر ہیکل سلیمانی تعمیر کرنا چاہتا ہے۔ اپنے مذموم مقصد کے حصول کے لیے صابرہ اور شتیلہ کی داستانیں دہرانا اُس کے پیشِ نظر ہے۔ اُس کی کوشش ہے کہ اِس راہ میں حائل ہر قسم کی مزاحمت کا خاتمہ کر دیا جائے' حزب اللہ کا صفایا کر دیا جائے' حماس کی قوت کو زائل کر دیا جائے' خواہ اِس کے لیے ہزاروں لاکھوں مسلمانوں کو قتل کرنا پڑے اور اُن کی بستیوں کو کھنڈرات میں تبدیل کرنا پڑے۔

پس چہ باید کرد

اصل سوال ہم مسلمانوں کے لیے ہے' وہ یہ کہ آخر کیا وجہ ہے کہ دنیا میں ہر جگہ مسلمان مظلومیت کا شکار ہیں۔ اُن پر اللہ کے عذاب کوڑے برس رہے ہیں۔ اگر غور کیا جائے تو یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ اس کا بنیادی سبب اللہ سے بے وفائی اور اس کے دین سے بے اعتنائی ہے۔ اس وقت دنیا میں اللہ کی نمائندہ امت کی حیثیت سے ڈیڑھ ارب مسلمان موجود ہیں' ستاون اسلامی ممالک ہیں' مگر ہر جگہ دین سے دوری کا چلن عام ہے۔ اجتماعی سطح پر کسی بھی ملک میں اللہ کا دین قائم اور نافذ نہیں ہے۔ اگر اللہ کے دین سے بغاوت کے تناظر میں دیکھا جائے تو ملت اسلامیہ کی موجودہ زبوں حالی ناقابلِ فہم نہیں ہے۔ یاد رکھیے' جب تک ہم اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کے ساتھ وفاداری نہیں کریں گے' اور دین سے غداری کے جرم کا ازالہ نہیں کریں گے' امت پر تاریک رات یونہی مسلط رہے گی' اور عذاب کے کوڑے برستے رہیں گے۔ اگرچہ ہمارا اس بات پر بھی پختہ یقین ہے کہ بالآخر پوری دنیا میں اسلام غالب ہوگا اور اسرائیل کا ناسور خود یہودیوں کے لئے اجتماعی قبرستان بنے گا' ان شاء اللہ

(مرتب: محبوب الحق عاجز)

دعائے صحت کی اپیل

☆ تنظیم اسلامی حلقہ سمن آباد' لاہور کے رفیق قاری غلام رسول علیل ہیں۔
اُن کے لیے دعائے صحت کی اپیل ہے۔

مروجہ محافلِ قراءت اور مظلوم قرآن

قاری مجیب الرحمٰن

اپنا بچپن تھا۔ ابھی دنیا عالمی گاؤں (Global Village) بن کراتنی نہیں سکڑی تھی جتنی کہ اب! کمپیوٹر کی شکل تو کجا اس کا نام بھی خال خال سننے میں آتا تھا۔ انٹرنیٹ جیسی اہم ایجاد جس کے ذریعے آج ہم گھر بیٹھے مختلف ویب سائٹس پر عالم اسلام کے قراء کو سنتے ہیں' تب ایسا سب کچھ خواب تھا۔ انہی دنوں ایک دن ٹیپ ریکارڈر پر مصر کے عظیم قاری الشیخ رفعت کی پر سوز تلاوت کانوں میں رس گھولتی ہوئی دل میں اُتر گئی۔ وہ جو فیض نے کہا تھا۔ ع ''جیسے ویرانے میں چپکے سے بہار آ جائے'' اور ۔

جیسے صحراؤں میں ہولے سے چلے بادِ نسیم
جیسے بیمار کو بے وجہ قرار آ جائے

کچھ ایسی ہی کیفیت تھی یا پھر ایسی کہ جسے لفظوں میں بیان کرنا شاید ممکن نہ ہو...... پھر بعد میں...... بہت بعد میں...... مصر کے ایک اور عظیم قاری الشیخ مصطفیٰ اسماعیل کو سننے کا موقع ملا' تو سالہا سال دل پر انہی کی حکمرانی رہی۔ تاہم حسن ادا کی جو حس اپنے اسلاف بالخصوص امام القراء حضرت قاری عبدالمالک رحمہ اللہ کے شاگرد خاص شیخ القراء حضرت قاری عبدالوہاب المکی رحمہ اللہ کی طویل صحبت سے پائی تھی' وہ طرز ادا کے معاملے میں انہیں اپنا ''امامؒ'' ماننے کو تیار نہ ہوئی۔ امام القراء کے ایک اور مایہ ناز شاگرد حضرت قاری حسن شاہ صاحب رحمہ اللہ کی یہ روایت بھی ان کے فرزند ارجمند برادرم قاری سید محمود الحسن صاحب کے ذریعے پہنچی کہ اباجی فرمایا کرتے تھے کہ لہجے کے تو یہ لوگ بادشاہ ہیں' تاہم جب بات فن کی ہو تو پھر ''اُس طرف'' نہیں بلکہ ''اِس طرف'' یعنی اسلاف برعظیم کی طرف دیکھو۔

ادھر کچھ عرصہ سے بین الاقوامی محافلِ قرأت کا چلن عام ہو رہا ہے۔ اور بالخصوص مصر کے قراء اپنے شعلۂ آواز سے ان محافل کو گرما رہے ہیں' تاہم ہمیں یہ کہنے میں عار نہیں ہے کہ آواز کا یہ جادو کچھ زیادہ ہی سر چڑھ کر بولنے لگا ہے' جو قلب و نظر کو شکار کرنے کے ساتھ ساتھ ہوش و خرد کو بھی شکار کر رہا ہے' اور صورتِ حال حضرت اکبر الٰہ آبادی کے اس شعر کا مصداق ہوتی جارہی ہے ۔

عیش کا بھی ذوق' دینداری کی شہرت کا بھی شوق؟
آپ میوزک ہال میں قرآن گایا کیجئے

بعض قراء کا انداز تلاوت کچھ یوں ہوتا ہے کہ جیسے قرآن نہیں پڑھ رہے ہیں اور پھر اس پر مستزاد سامعین کی داد ایک اور طرفہ تماشا ہوتی ہے' جو بقول ایک ظریف کے داد نہیں بلکہ ''بے داد'' (ظلم) ہوتی ہے۔ ہم نے شروع میں الشیخ رفعت کا ذکر کیا تھا۔ تب سے اب تک اسلاف و اخلاف کا ''فرق'' نکالا جائے' تو کچھ یوں بنتا ہے کہ وہاں ''آمد'' تھی تو یہاں ''آورد''۔ وہاں بے ساختگی اور بے تکلفی تھی تو یہاں تصنع و بناوٹ۔ ایک کی آہ رسا و آہِ جگر کا دل پر اثر' دوسرے کی پُر پیچ آواز کا اثر صرف کان پر۔ ایک کی تلاوت کا اثر سامعین پر یہ ہو کہ چشم پُرنم' دل پُرسوز اور جسم خشوع و خضوع کا مرقع' جبکہ دوسرے کی آواز کا اتار چڑھاؤ' اس کی پستی و بلندی اور زیر و بم سے مجمع زیر و زبر۔ ایک کی تلاوت مجاہد کی اذاں دوسرے کی ملا کی اذاں۔ ایک کی خلاف شرع شکل دیکھ کر خوش ہو شیطان اور دوسرا قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن۔ ایک سے حاصل ہو حلاوت ایمان' دوسرے سے لذت لیں صرف کان۔ مختصر یہ کہ کہاں وہ سوز عرب کہاں یہ ساز عجم!

ان جدید محافل کے ''ماڈرن'' سامعین کی داد بے داد'' کا منظر بھی دیدنی ہوتا ہے۔ کہیں کوئی ''دیوانہ'' نعرۂ مستانہ بلند کر رہا ہے' تو کہیں ہاتھ نچا نچا کر ایسے داد دی جارہی ہے کہ جیسے داد نہ دے رہے ہوں بلکہ صدائے احتجاج بلند کر رہے ہوں' کچھ کھڑے رومال ہلا رہے ہیں' تو کہیں یہ منظر بھی دیکھنے میں آتا ہے کہ کوئی پستہ قامت ''چھوکرا'' دوسروں کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر اچھل کود کر رہا ہے۔ بدقسمتی سے قاری کی آواز اٹھائے نہیں اٹھتی' یا پھر درمیان میں ہی اکھڑ گئی تو اب سامعین آوازیں کسنے کی شکل میں اپنی آواز کا جادو جگا رہے ہیں۔

یوں لگتا ہے جیسے محفل قرأت نہ ہو' بلکہ عہد قدیم کی دلی و لکھنؤ میں کہیں محفل مشاعرہ برپا ہو' جہاں سامعین داد کے ڈونگرے برسا رہے ہوں۔ اور شاعر صاحب آداب و تسلیمات بجالا کر داد وصول کر رہے ہوں۔ یا پھر کسی غریب شاعر پر پھبتیاں کسی جارہی ہوں۔ ماہر القادری مرحوم ہوتے تو آج اپنی شہرہ آفاق نظم قرآن کی فریاد کے اس شعر کا عملی نمونہ بچشم خود ملاحظہ کرتے۔

دل سوز سے خالی رہتے ہیں آنکھیں ہیں کہ نم ہوتی ہی نہیں
کہنے کو میں اک اک جلسہ میں پڑھ پڑھ کے سنایا جاتا ہوں

ایک بزرگ قاری کے بقول یہ قرآن پڑھنا نہیں کچھ اور ہے۔ کہیں تو آواز یوں اٹھائی جاتی ہے جیسے کوئی گویا تان اٹھا رہا ہو۔ کہیں فن اور طرز ادا میں فاش غلطیاں کی جاتی ہیں۔ کبھی لاؤڈ سپیکر کے دائیں بائیں جھکائی دے کر آواز کو بہت پست کر لینا اور کبھی پڑھتے پڑھتے لاؤڈ اسپیکر کے عین سامنے آواز کے پاٹ اور اس کی گونج کو اتنا اوپر لے جانا کہ گویا کہہ رہے ہوں ''ہوشیار! خبردار! کہ اب داد دینے کا وقت آیا! کبھی گویوں کی طرح ہاتھوں کو کان پر لے جانا اور کبھی گلوکاروں کی طرح تان اٹھانا۔ اور ہاتھ کو فضا میں اوپر نیچے لہرانا۔ کبھی ہاتھوں سے چہرے کو چھپا لینا اور کبھی ہٹا لینا۔ ''صاف چھپتے بھی نہیں اور سامنے آتے بھی نہیں'' کی ہو بہو تصویر۔

قرآن کے نام پر سجائی گئی ان محافل کو محافلِ قرأت کی بجائے محافل مظاہرہ سانس اور صوت کہنا زیادہ صحیح ہوگا۔ حالانکہ سانس اور صوت تو ایک امر زائد ہے۔ برعظیم پاک و ہند کے معروف قاری شیخ العرب والعجم حضرت قاری عبدالرحمٰن مکیؒ اپنی کتاب فوائد مکیہ صفحہ 4 پر فرماتے ہیں کہ اگر قواعد تجوید کے خلاف نہ ہو تو خوش آوازی سے پڑھنا امرِ زائد مستحسن ہے۔ اگر چھوٹی غلطی (لحن خفی) کے ساتھ ہو تو مکروہ اور اگر بڑی غلطی (لحن جلی) کے ساتھ ہو تو پڑھنا اور سننا دونوں حرام ہیں۔

ان محافل کی غرض و غایت اور مقصد وحید بہر طور نشر و اشاعت تجوید و قرأت اور حصول رضاء الٰہی ہونا چاہیے۔ نیز منتظمین اور سامعین کو اس بات کا ٹھنڈے دل سے مراقبہ کرنا چاہیے کہ آیا ان محافل کے انعقاد سے کہیں کچھ منکرات کی ترویج تو نہیں ہو رہی؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ ادائیگی مخارج وصفات پر ساز و آواز کو فوقیت دے کر ایک غلط قسم کا ذوق پروان چڑھایا جارہا ہو؟ اور پھر ایسا نہ ہو کہ یہ ذوق مٹائے نہ مٹے!!

ویسے تو ہمارے اسلاف برعظیم کی سند کا سلسلہ بھی مصری قراء سے ہی ملتا ہے۔ اور اگر یہ کہا جائے تو شاید غلط نہ ہو کہ قراء برعظیم نے اسلاف قراء مصر کی میراث کی حفاظت اپنے خونِ جگر سے جس طرح کی ہے خود آج کل کے قراء مصر بھی اس پر پورا نہیں اترتے۔ اس لیے فن تجوید و قرأت کے معاملے میں ان اسلاف کی خدمات' ان کے درخشندہ حالات و آثار کے تذکرے اور مطالعے سے آئینہ ایام میں اپنی تصویر دیکھ کر اپنے معائب کو محاسن سے بدلا جائے۔ اور ان کی تعلیمات کو پیش نظر ہی نہیں رکھنا چاہیے' بلکہ مسلسل و مکرر اس کا مطالعہ و تذکرہ ہونا چاہیے' جس کا ایک سبق یہ بھی ہے کہ سانس اور آواز وغیرہ کو فن تجوید کے تابع رکھنا چاہیے ۔

کر بلبل و طاؤس کی تقلید سے توبہ
بلبل فقط آواز ہے طاؤس فقط رنگ
(اقبال)

نورالدین زنگی کی فتحِ دمشق

عصرِ حاضر کی ایک خاتون مؤرخ کیرن آرم سٹرونگ کی ایک کتاب ''مقدس جنگ'' حال ہی میں شائع ہوئی ہے۔ جس میں انہوں نے زمانۂ قدیم سے لے کر آج تک تینوں آسمانی مذاہب کے پیروکاروں یعنی یہودیوں' عیسائیوں اور مسلمانوں کی باہمی جنگوں کے اسباب ونتائج کا تجزیہ کیا ہے۔ صلیبی جنگوں کے بارے میں اظہارِ خیال کرتے ہوئے وہ لکھتی ہیں کہ ''صلیبی جنگیں ازمنۂ تاریک سے باہر آتے ہوئے نئے یورپ کا پہلا متحدہ عمل تھا' جو صدیوں پر محیط رہا۔ ان جنگوں کے دوران ہر صلیبی جنگجو کے ذہن پر پہلی جنگ کے قائد پوپ اربن دوم کے خطاب کے الفاظ چھائے رہے۔ پوپ نے 25 نومبر 1095ء کو کلیرمونٹ کے اجتماع میں پادریوں' نائٹوں اور عوام کے ایک بہت بڑے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے اسلام کے خلاف ایک مقدس جنگ کا اعلان کیا۔ اُس نے کہا سلجوقی ترک جو حال ہی میں مسلمان ہوئے ہیں' وسطی ایشیا کی ایک وحشی نسل سے تعلق رکھتے ہیں۔ اِن نومسلم قوتوں نے ایشیائے کوچک میں اناطولیہ اور عیسائی بازنطینی سلطنت کے وسیع علاقوں پر قبضہ کرلیا ہے۔ پوپ اربن نے یورپ کے تمام نائٹوں اور سرداروں پر زور دیا کہ وہ آپس میں لڑنا چھوڑ دیں اور خداوند کے اِن دشمنوں کے خلاف متحد ہو جائیں۔ اُس نے کہا کہ اِن کافروں کو قتل کرنا ایک مقدس فریضہ ہے۔ اِس وحشی قوم کو اُن کے اپنے علاقوں میں فنا کرنا ضروری ہے' اس لیے ضروری ہے کہ اُن کو مزید آگے نہ بڑھنے دیا جائے۔ ایشیائے کوچک کو اِس غلاظت سے صاف کرنے کے بعد اس سے بھی زیادہ مقدس کام یہ ہے کہ یروشلم کو کافروں (مسلمانوں) سے آزاد کرایا جائے۔ ہمارے لیے انتہائی شرم کی بات ہے کہ یسوع کا مزار مسلمانوں کے قبضے میں رہے...... پہلی صلیبی جنگ کے اس پہلے اعلانِ جنگ نے پورے یورپ کو بیدار کردیا۔ اس نے یورپی معاشرے کے تمام طبقوں پادریوں' بادشاہوں' نوابوں' فوجیوں اور کسانوں کو متاثر کیا لوگوں نے اپنا سب کچھ بیچ کر اِس طویل اور خطرناک مہم کی تیاری کی' جبکہ بیشتر لوگوں کو کوئی مادی لالچ نہیں تھا۔ اُن پر تو ایک مذہبی جنون کا غلبہ تھا۔ انہوں نے اپنے لباسوں میں صلیبیں سلوالیں اور اُس سرزمین کی طرف بڑھنے لگے جہاں یسوع انسانیت کو بچانے کے لیے ''شہید'' ہوئے تھے' یہ بیک وقت ہلاکت خیزی کی جنگ بھی تھی اور عقائد کی جنگ بھی۔''

کیرن آرم سٹرونگ کی کتاب کا یہ طویل اقتباس ہم نے یہاں اس لیے دیا ہے کہ ایک تو اِس سلسلے کی ہماری سابقہ قسطوں میں صلیبی جنگوں کی بنیادی وجہ پر روشنی پڑے' اور دوسرے مصنفہ کا یہ جملہ خاص طور پر ذہن نشین ہو جائے کہ ''صدیوں پر محیط صلیبی جنگوں کے دوران ہر صلیبی جنگجو کے ذہن پر پہلی جنگ کے قائد پوپ اربن دوم کے خطاب کے الفاظ چھائے رہے۔'' چنانچہ جب جرمنی' فرانس اور

> دمشق کی طرف جاتے ہوئے نورالدین زنگی پہلے بعلبک گیا۔ وہاں کے لوگوں نے خشک سالی کی وجہ سے اپنی پریشانیوں کا ذکر کیا۔ اللہ کی قدرت جس دن بعلبک میں داخل ہوا' اُسی دن مُوسلا دھار بارش ہوئی۔ اہلِ شہر نے سلطان کی آمد کو رحمتِ الٰہی تصور کیا اور اُس کے حق میں فتح و نصرت کی دُعائیں مانگیں

یروشلم کا متحدہ لشکر دمشق کی طرف بڑھا تو اُس وقت بھی انہیں لشکر کے مذہبی پیشوا نے انہیں پوپ اربن کا خطبہ یاد دلایا کہ اِن نومسلم کافروں کا قلع قمع کرنا ہر عیسائی کا مذہبی اور مقدس فریضہ ہے۔

عکرہ میں 24 جولائی 1148ء کو جنگی کونسل میں فیصلہ کیا گیا کہ جرمنی' فرانس اور یروشلم کے بادشاہ کی فوجیں مل کر دمشق پر حملہ کریں گی' حالانکہ اُس وقت دمشق مسلم دنیا میں عیسائیوں کا واحد اتحادی تھا۔ یروشلم کے بادشاہ نے نورالدین زنگی کے خلاف دمشق کے امیر مجیرالدین کے ساتھ ایک دفاعی معاہدہ کر رکھا تھا۔ مجیرالدین ایک نالائق حکمران تھا اور اُس کی نااہلی کی وجہ سے حکومت کے سیاہ و سفید کا مالک اُس کا وزیر معین الدین تھا۔

معین الدین ایک لائق اور ذمہ دار وزیر تھا۔ جب صلیبیوں کی متحدہ فوج نے دمشق کے باہر انگور کے باغات کی طرف سے دمشق کا محاصرہ کرلیا تو معین الدین نے دمشق کے علماء اور پُرجوش عوام کی مدد سے کئی ماہ تک صلیبی حملہ آوروں کا مقابلہ کیا۔ اِن جھڑپوں کے دوران دمشق کے کئی جید علماء جنگ میں حصہ لیتے ہوئے شہید ہوئے۔ شہید ہونے والے علماء میں امام یوسف سرِفہرست تھے۔ وہ بوڑھے ہو چکے تھے۔ معین الدین نے انہیں لڑائی سے روکنا چاہا لیکن اُن کی دینی غیرت نے گوارا نہ کیا کہ اُن کے گھر یعنی دمشق کے دروازے پر جہاد ہو رہا ہو اور وہ اس سعادت سے محروم رہیں۔ لہٰذا وہ آیاتِ قرآنی کی تلاوت کرتے ہوئے صلیبی لشکر کے اندر گھس گئے اور ضعیف العُمر ہونے کے باوجود مردانہ وار جنگ کرتے ہوئے دمشق کے کئی لشکریوں کو ہلاک کرنے کے بعد شہید ہوئے۔

صلیبی فوج کی کمک میں اضافہ ہونے سے محاصرے کی شدت میں اضافہ ہوا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اب صلیبی دمشق میں داخل ہونے والے ہیں۔ اب مجیرالدین کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ کار نہ رہا کہ سلطان نورالدین زنگی اور اُس کے بھائی سیف الدین زنگی کو مدد کے لیے آواز دے۔ اُس کی آواز پر دونوں بھائیوں نے لبیک کہا۔ سیف الدین موصل سے اور نورالدین حلب سے اپنے اپنے لشکر لے کر برق رفتاری سے دمشق کی طرف بڑھے۔ حمص شہر کے قریب دونوں بھائی مل گئے اور دمشق کی طرف پیش قدمی کی۔

صلیبیوں نے دونوں بھائیوں کے لشکر کی آمد کی خبر سنی تو انہوں نے فی الفور دمشق سے محاصرہ اٹھا لیا اور راتوں رات دمشق سے فرار ہو کر یروشلم کا رُخ کیا۔ دمشق میں صلیبیوں کی اِس شرمناک پسپائی' یعنی ایک دن بھی لڑے بغیر فرار اختیار کرنے کی پالیسی پر مغربی مؤرخین نے بے شمار کتابیں تصنیف کر کے عیسائی بادشاہوں کے طرزِ عمل پر تنقید کی ہے۔

شام اور فلسطین میں جو عیسائی بستے تھے' خواہ وہ عیسائیوں کے علاقوں میں ہوں یا مسلمانوں کے علاقوں میں' انہیں یہ غلط فہمی ہوگئی تھی کہ سلطان عمادالدین زنگی کے بعد اُس کے بیٹے نور الدین اور سیف الدین اپنی وسیع سلطنت کو کسی صورت نہ سنبھال سکیں گے۔ مگر اب دمشق میں شکست فاش کے بعد جب صلیبیوں کے دماغ ٹھکانے آگئے تو انہوں نے فیصلہ کیا کہ مسلم علاقوں میں بغاوتیں

کھڑی کی جائیں اور بدامنی پیدا کی جائے۔ یہ فیصلہ ہوتے ہی عام عیسائیوں نے' جہاں بھی وہ آباد تھے' گلی کوچوں تک میں فتنہ وفساد کی آگ بھڑکا دی۔

سلطان نورالدین زنگی کے لیے یہ حالات بہت سخت تھے۔ اُس نے نہایت تحمل سے حالات کا جائزہ لیا اور کسی گھبراہٹ اور جلد بازی کا مظاہرہ نہیں کیا۔ عیسائی مُسلم فسادات کی آگ جب ایک ایک شہر اور قصبے میں بھڑک چکی تھی' نورالدین کو ایک اور المناک حادثہ برداشت کرنا پڑا' وہ یہ کہ اُس کا بڑا بھائی سیف الدین زنگی فوت ہوگیا۔ جس قدر وسیع سلطنت عمادالدین زنگی چھوڑ گیا تھا' وہ دونوں بھائیوں میں مساوی طور پر منقسم تھی' اب نورالدین اُس کا واحد حکمران تھا۔ فرقہ ورانہ فسادات اور بغاوتوں کے ہنگاموں میں امن و امان قائم رکھنا اور وسیع سلطنت کو بیرونی حملہ آوروں سے محفوظ رکھنا' ایک بہت بڑی آزمائش تھی۔ اُس نے اپنے چھوٹے بھائی قطب الدین زنگی کو مُوصل کا والی مقرر کیا۔

اِسی اثنا میں انطاکیہ کے عیسائی حکمران ریمنڈ نے نورالدین زنگی کے ایک علاقے پر حملہ کر دیا۔ سلطان بھی لشکر لے کر بڑی تیزی سے ریمنڈ کی طرف بڑھا۔ منیب کے مقام پر دونوں لشکر ایک دوسرے کے آمنے سامنے آئے۔ جنگی حکمتِ عملی کے طور پر سلطان نے اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصہ اپنے پاس رکھا اور دوسرا حصہ اپنے ایک قابل کمانڈر اسدالدین شیرکوہ کی سرکردگی میں آگے بڑھایا۔ شیرکوہ سلطان صلاح الدین کا چچا تھا۔

جنگ کا آغاز ہوا۔ اچانک شیرکوہ کی نظر صلیبی لشکر کے علم بردار پر پڑی۔ وہ تیزی سے اُس کی طرف بڑھا اور ایک ہی وار میں اُس کا سر قلم کر دیا۔ انطاکیہ کا بادشاہ ریمنڈ قریب ہی تھا۔ اُس نے جوش میں آکر شیرکوہ پر وار کیا' لیکن وہ بچ گیا۔ اب شیرکوہ نے پلٹ کر ریمنڈ کی گردن بھی کاٹ دی۔ صلیبی لشکر کو جب یہ اطلاع ہوئی کہ علم بردار کے ساتھ اُن کا جری بادشاہ بھی ہلاک ہوا' تو اُن میں بددلی پھیل گئی اور وہ نہایت بے ترتیبی سے بھاگ کھڑے ہوئے۔

انطاکیہ کے حکمران ریمنڈ کی بیوہ نے ایک اور عیسائی امیر سے شادی کر لی اور اُسے انطاکیہ کا حاکم مقرر کر دیا' کیونکہ اُس کا بیٹا بوہمنڈ ابھی نابالغ تھا۔ نئے عیسائی حکمران نے اپنے بادشاہ ریمنڈ کی ہلاکت اور جنگ میں شکست کا بدلہ لینے کے لیے سلطان نورالدین زنگی سے چھیڑ چھاڑ شروع کر دی۔ باقاعدہ جنگ ہوئی۔ انطاکیہ کا نیا حکمران بھی ہلاک ہوا۔ اب انطاکیہ کے تخت پر ریمنڈ کا نابالغ بیٹا بوہمنڈ بیٹھا تھا۔

اُدھر دمشق کا سپہ سالار اور وزیر معین الدین وفات پا گیا اور دمشق کا نظم ونسق مجیرالدین نے خود سنبھال لیا۔ جیسا کہ پہلے بھی بتایا جا چکا' وہ ایک نااہل اور غیر ذمہ دار شخص تھا۔ وہ قومی غیرت وحمیت سے بالکل عاری تھا۔ اُس نے سلطان نورالدین زنگی کے خلاف ساز باز کی اور سرحدی عیسائیوں کے ساتھ اتحاد کر لیا۔ طے پایا کہ اگر نورالدین نے اب کے دمشق پر حملہ کیا تو عیسائی اور حاکم دمشق مجیرالدین مل کر اُس کا مقابلہ کریں گے۔

سلطان نورالدین زنگی کو جب اس بے غیرت کی اس سازش کا علم ہُوا تو اُس نے فوراً لشکر کو کوچ کا حکم دیا۔ اپنی معروف جنگی حکمتِ عملی کے مطابق اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصے کو شیرکوہ کی سرکردگی میں شہر حارم کی طرف روانہ کیا اور دوسرے حصے کو اپنے ساتھ لے کر دمشق کی طرف بڑھا۔

دمشق کی طرف جاتے ہوئے نورالدین زنگی پہلے بعلبک گیا۔ وہاں کے لوگوں نے خشک سالی کی وجہ سے اپنی پریشانیوں کا ذکر کیا۔ اللہ کی قدرت جس دن بعلبک میں داخل ہوا' اُسی دن مُوسلا دھار بارش ہوئی۔ اہلِ شہر نے سلطان کی آمد کو رحمتِ الٰہی تصور کیا اور اُس کے حق میں فتح و نصرت کی دُعائیں مانگیں۔

دمشق کے حاکم مجیرالدین کو جب سلطان کی آمد کی خبر ہوئی تو اُس نے ایک گستاخانہ خط سلطان کو روانہ کیا' جس میں لکھا تھا:

''بہتر یہی ہے کہ تم یہاں سے واپس چلے جاؤ' ورنہ ہماری تلواریں اور نیزے تمہارا استقبال کریں گے اور تمہیں شکست ونامرادی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔''

سلطان نورالدین نے صبر وتحمل سے کام لیتے ہوئے مجیرالدین کو پیغام بھجوایا کہ تم خود میرے پاس آؤ یا اپنے کسی امیر کو میرے پاس بھیج دو تاکہ باہمی گفت وشنید سے ہم کسی اچھے فیصلے پر پہنچ جائیں اور ناحق مسلمانوں کی خون ریزی نہ ہو۔ مجیرالدین نے سلطان کے پیغام کو اُس کی کمزوری خیال کیا اور بدستور اپنے نامعقول رویے پر اڑا رہا۔ اس پر سلطان نے دمشق کا محاصرہ کر لیا اور ایسا سخت دباؤ ڈالا کہ مجیرالدین نے معافی مانگتے ہوئے صلح کی درخواست کی۔

سلطان نورالدین زنگی مسلمانوں کا خون نہیں بہانا چاہتا تھا۔ اُس نے اس کی درخواست قبول کر لی اور اس صلح کے نتیجے میں مجیرالدین نے تسلیم کر لیا کہ جامع مسجد دمشق میں خلیفہ بغداد کے ساتھ سلطان نورالدین زنگی کے نام کا خطبہ پڑھا جائے گا۔ یہ بھی تسلیم کیا کہ دمشق میں آئندہ فوجی کمانڈروں کا تقرر سلطان نورالدین زنگی کی مرضی سے ہوا کرے گا۔ اُس نے یہ بھی تسلیم کیا کہ دمشق میں سلطان نورالدین زنگی کے نام کا سکہ رائج ہوگا۔

دمشق کے حالات درست کرنے کے بعد سلطان نورالدین زنگی صلیبیوں کی چھاؤنی افامیہ کی طرف بڑھا۔

(جاری ہے)

خلافت

بنتِ امید

بہہ رہا ہے خونِ مسلم بار بار ۔۔۔ ہنس رہا ہے اس پہ باطل ہوشیار
کس کا ہے مسلم تجھے اب انتظار؟ ۔۔۔ اٹھ کھڑا ہو خود ہی بن کے کوہسار!
کوئی امیدیں نہ رکھے غیر سے ۔۔۔ آپ بن جائے امیدوں کی بہار
بن کے قاسم آپ ہی اے نوجواں ۔۔۔ سن لے مظلوموں کی تو خود ہی پکار
کوئی ایوبی یہاں کب آئے گا ۔۔۔ ہم کو جانا ہو گا خود ہی سوئے یار
یہ گھڑی محشر کی ہے کچھ کر لے تو ۔۔۔ ورنہ رہ جائے گا کرتا ہاہا کار
نہ صرف باطل ہی دشمن آج ہے ۔۔۔ کتنے مسلم بھی ہیں ان کے یارِ غار
خونِ مسلم سے ہیں رنگیں ان کے ہاتھ ۔۔۔ ہے قبائے حکمراں بھی تار تار
ہیں نہیں بوبکرؓ' عثمانؓ و علیؓ ۔۔۔ ہے کہاں فاروقؓ سا وہ جاں نثار
اب خلافت ختم ہو کر رہ گئی ۔۔۔ گل ہیں کم کانٹوں کی ہے ہر سو بہار
ہو جو خواہش غلبۂ اسلام کی ۔۔۔ کر خلافت کے لئے تو جاں نثار
دے خلافت کی اذاں مرغِ سحر! ۔۔۔ ورنہ ہو جائے گی دنیا بے بصر!!

لبنان پر اسرائیلی جارحیت

اصل ہدف کیا ہے؟

محبوب الحق عاجز

جب سے اسلامی مزاحمتی تحریک حماس برسر اقتدار آئی اُس کے خلاف سازشوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اسرائیل کو یہ بات کیسے گوارا ہو سکتی تھی کہ فلسطینی اتھارٹی کی قیادت ایک ایسی اسلام پسند جماعت کے ہاتھ آ جائے جو اسرائیل کے وجود کو تسلیم کرنے کو تیار نہیں' اور صحیح معنوں میں فلسطینی عوام کے جذبات اور امنگوں کی عکاس اور اُن کے دکھوں کا مداوا کرنے کا جذبہ رکھتی ہے۔ چنانچہ ابتدا ہی میں حماس حکومت کو معاشی مشکلات سے دو چار کر دیا گیا۔ اسرائیل اور اُس کے بعض حلیفوں نے فلسطینی اتھارٹی کی امداد بند کر دی اور اُس کی بحالی کو اسرائیل کے ناپاک وجود کو تسلیم کرنے سے مشروط کر دیا۔

اسرائیل نے اِسی پر اکتفا نہیں کیا' بلکہ بدترین ریاستی دہشت گردی کا ارتکاب کرتے ہوئے فلسطینی پارلیمنٹ کے وزراء اور ممبران کو بھی اغوا کر کے لے گیا۔ اب حال ہی میں اسرائیل نے خان یونس اور غزہ کی پٹی کے علاقوں کو اپنی جارحیت کا نشانہ بنایا۔ دنیا نے اِس صورتحال کا کوئی نوٹس نہیں لیا' تو فلسطینی کاز کی حامی لبنانی حزب اللہ نے ردعمل کے طور پر اسرائیل کے دو فوجی اغوا کر لیے۔

دو ''مقدس'' یہودیوں کے اغوا کے معاملے پر اسرائیل آپے سے باہر ہو گیا۔ اُس نے اپنے مغوی فوجیوں کو چھڑانے کے بہانے لبنان پر آتش و آہن کی بارش کر دی۔ حزب اللہ کے ٹھکانوں کو زمین بوس کر دیا گیا۔ درندہ صفت اسرائیل کی بمباری سے بحیرۂ روم کی نیلگوں لہروں کو روکنے والے ساحلی شہر بیروت' سیدون اور ترپیولی آج قیامت خیز زلزلہ کے بعد کا منظر پیش کر رہے ہیں۔ 12 جولائی کو شروع ہونے والے فضائی' بری اور بحری حملوں کے نتیجے میں سینکڑوں افراد ہلاک' ہزاروں زخمی اور پانچ لاکھ کے لگ بھگ بے گھر ہو چکے ہیں۔ سینکڑوں بلند و بالا عمارتیں ملبے کا ڈھیر بن چکی ہیں۔ لبنان کا سویلین انفراسٹرکچر' ہوائی اڈوں' بندرگاہوں' پانی و بجلی کے پلانٹوں' مواصلاتی مراکز اور شاہراہوں سمیت تباہ ہو چکا ہے۔ اسرائیل نے لبنان کے فضائی' زمینی اور سمندری رابطوں کو منقطع کر کے اُس کا دنیا بھر سے رابطہ کاٹ دیا ہے۔ بیروت کو دمشق سے ملانے والا بڑا پل بمباری سے ناکارہ ہو گیا ہے' جس کے باعث لبنان اور شام کے درمیان زمینی راستہ بالکل معطل ہو کر رہ گیا۔ بیروت' بعلبک' صلعہ اور دیگر شہروں کو جانے والی پانی کی مین پائپ لائن بھی منقطع ہو چکی ہے' جس سے لبنان میں خوراک کے ساتھ ساتھ پانی کی قلت کا خدشہ بڑھ گیا ہے۔

اسرائیل کی ننگی جارحیت پر عالمی ردعمل افسوس ناک ہے۔ عجیب بات ہے کہ بیروت جل رہا ہے' زخمی تڑپ رہے ہیں' معصوم بچوں کی چیخ و پکار سے فضا سوگوار ہے' مائیں اپنے بچوں کی لاشیں اُٹھا رہی ہیں' بنیادی انسانی ضروریات کا ناگزیر ڈھانچہ تباہ ہو چکا ہے اور دنیا خاموش تماشائی بنی ہے۔ ساری دنیا کے حکمران گونگے بہرے اور اندھے ہو گئے ہیں۔ اُن کی قوت گویائی سلب ہو چکی ہے۔ اُن کی سماعت جواب دے چکی ہے۔ وہ لبنانی عورتوں اور بچوں کی چیخیں نہیں سُن رہے۔ انہیں بے گھر ہوتے ہوئے بے بس اور مجبور چہرے دکھائی نہیں دیتے۔ آنسوؤں سے لبریز آنکھیں نظر نہیں آ رہیں ہیں۔ اُن کے سینوں میں پتھر کے دل رکھ دیئے گئے ہیں۔ جب بے حسی اور بے انصافی کے ایسے بدترین مظاہر ہم دیکھتے ہیں تو ''الکفر ملۃ واحدہ'' پر ہمارا یقین اور بھی پختہ ہوتا چلا جاتا ہے۔

> اسرائیل کی حالیہ دہشت گردی محض اپنے دو مغوی فوجیوں کی بازیابی کے لیے نہیں۔ یہ ایک بڑی جنگ کی محض تمہید ہے جو مستقبل میں مشرق وسطیٰ میں لڑی جانے والی ہے۔ ایک ایسی جنگ جو شاید مشرق وسطیٰ کا نقشہ تبدیل کر دے۔

عالمی امن کے ٹھیکیداروں کی منافقت کا یہ حال ہے کہ وہ فوری طور پر جنگ بندی بھی نہیں کرا سکے۔ اِس معاملے میں بھی وہ اختلاف کا شکار ہو گئے۔ اسرائیلی جارحیت کی مذمت کی بجائے حزب اللہ کو موردِ الزام ٹھہرایا جا رہا ہے۔ ٹونی بلیئر شام اور ایران کو کوس رہے ہیں۔ طاقت کے نشے میں مدہوش امریکہ بے انصافی' ڈھٹائی اور دھاندلی کی تمام حدیں پار کر چکا ہے۔ اُس نے کمال معصومیت سے اسرائیلی جارحیت کو اُس کا حق قرار دے کر اُس کی پُرزور حمایت کی ہے۔ سیکیورٹی کونسل میں سیز فائر کی قرارداد کو بھی اُس نے یہ کہہ کر ''ویٹو'' کر دیا ہے کہ یہ مسئلہ کا مستقل حل نہیں ہے۔ گویا مسئلے کا حل سیز فائر نہیں جنگ ہے۔ امریکہ کی جنگجو خاتون وزیر خارجہ کنڈولیزا رائس نے اسرائیلی جارحیت کی حمایت اور سیز فائر کے خلاف کیا عمدہ دلیل دی ہے۔ اُن کا کہنا ہے کہ اِس بات کی کیا ضمانت ہے کہ سیز فائر کے بعد امن قائم ہو جائے گا۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ اُن کے خیال میں امن کا راستہ لبنان میں قتل و غارت اور اُس کی ہمہ گیر تباہی و بربادی کی منزل سے ہو کر گزرتا ہے اور جب تک یہ منزل سر نہیں کی جاتی امن قائم نہیں ہو سکتا۔

صدر بش بار بار یہی بات دہرا چکے ہیں کہ اسرائیلی جارحیت اُس کا حق ہے۔ اُن کے خیال میں اصل خطرہ اسرائیل نہیں' حزب اللہ ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ حزب اللہ کو غیر مسلح کیا جائے۔ انہوں نے عرب ممالک سے بھی کہا ہے کہ حزب اللہ پر غیر مسلح ہونے کے لیے دباؤ ڈالیں' نیز بدامنی کا سبب اسرائیل نہیں بلکہ ایران اور شام کی جانب سے حزب اللہ کی حمایت نے مشرقِ وسطیٰ کو خطرے سے دوچار کر دیا ہے۔ انہوں نے انتباہ کیا ہے کہ حزب اللہ کی حمایت کرنے والے ممالک (اشارہ ایران اور شام کی طرف ہے) کا بھرپور مقابلہ کیا جائے گا۔

دوسری جانب امریکہ نے مورچوں اور بنکروں کو تباہ کرنے والے بنکر بسٹر بموں کی ایک بڑی کھیپ اسرائیل پہنچا دی ہے۔ اسرائیل نے گزشتہ دنوں امریکہ سے مطالبہ کیا تھا کہ اُسے بنکر بسٹر بم فوری طور پر فراہم کیے جائیں' تاکہ اِن سے وہ حزب اللہ کے بنکروں کو تباہ کر سکے۔

اسرائیل کی حالیہ دہشت گردی محض اپنے دو مغوی فوجیوں کی بازیابی کے لیے نہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو وہ برابر کی کارروائی کر کے اپنی انتقام کی آگ بجھا سکتا تھا۔ یہ ایک بڑی جنگ کی محض تمہید ہے جو مستقبل میں مشرق وسطیٰ میں لڑی جانے والی ہے۔ ایک ایسی جنگ جو شاید مشرق وسطیٰ کا نقشہ تبدیل کر دے۔ ذرائع ابلاغ کی بعض رپورٹوں سے پتہ چلتا ہے کہ لبنان پر بمباری کا یہ منصوبہ کئی سال پہلے ہی تیار کر لیا گیا تھا۔ فوجیوں کے اغوا کا معاملہ تو محض بہانہ ہے۔

اسرائیل اپنے پہلے سے طے شدہ ایجنڈے کے مطابق آگے بڑھ رہا ہے۔ اُس کا اصل ہدف اور ٹارگٹ

لبنان پر اسرائیلی جارحیت

اصل ہدف کیا ہے؟

محبوب الحق عاجز

جب سے اسلامی مزاحمتی تحریک حماس برسر اقتدار آئی اُس کے خلاف سازشوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اسرائیل کو یہ بات کیسے گوارا ہوسکتی تھی کہ فلسطینی اتھارٹی کی قیادت ایک ایسی اسلام پسند جماعت کے ہاتھ آ جائے جو اسرائیل کے وجود کو تسلیم کرنے کو تیار نہیں' اور صحیح معنوں میں فلسطینی عوام کے جذبات اور امنگوں کی عکاس اور اُن کے دکھوں کا مداوا کرنے کا جذبہ رکھتی ہے۔ چنانچہ ابتدا ہی میں حماس حکومت کو معاشی مشکلات سے دو چار کر دیا گیا۔ اسرائیل اور اُس کے بعض حلیفوں نے فلسطینی اتھارٹی کی امداد بند کر دی اور اُس کی بحالی کو اسرائیل کے ناپاک وجود کو تسلیم کرنے سے مشروط کر دیا۔

اسرائیل نے اِسی پر اکتفا نہیں کیا' بلکہ بدترین ریاستی دہشت گردی کا ارتکاب کرتے ہوئے فلسطینی پارلیمنٹ کے وزراء اور ممبران کو بھی اغوا کر کے لے گیا۔ اب حال ہی میں اسرائیل نے خان یونس اور غزہ کی پٹی کے علاقوں کو اپنی جارحیت کا نشانہ بنایا۔ دنیا نے اِس صورتحال کا کوئی نوٹس نہیں لیا' تو فلسطینی کاز کی حامی لبنانی حزب اللہ نے ردِعمل کے طور پر اسرائیل کے دو فوجی اغوا کر لیے۔

دو ''مقدس'' یہودیوں کے اغوا کے معاملے پر اسرائیل آپے سے باہر ہو گیا۔ اُس نے اپنے مغوی فوجیوں کو چھڑانے کے بہانے لبنان پر آتش و آہن کی بارش کر دی۔ حزب اللہ کے ٹھکانوں کو زمین بوس کر دیا گیا۔ درندہ صفت اسرائیل کی بمباری سے بحیرۂ روم کی نیلگوں لہروں کو روکنے والے ساحلی شہر بیروت' سیدون اور ترپولی آج قیامت خیز زلزلہ کے بعد کا منظر پیش کر رہے ہیں۔ 12 جولائی کو شروع ہونے والے فضائی' بری اور بحری حملوں کے نتیجے میں سینکڑوں افراد ہلاک' ہزاروں زخمی اور پانچ لاکھ کے لگ بھگ بے گھر ہو چکے ہیں۔ سینکڑوں بلند و بالا عمارتیں ملبے کا ڈھیر بن چکی ہیں۔ لبنان کا سویلین انفراسٹرکچر' ہوائی اڈوں' بندرگاہوں' پانی و بجلی کے پلانٹوں' مواصلاتی مراکز اور شاہراہوں سمیت تباہ ہو چکا ہے۔ اسرائیل نے لبنان کے فضائی' زمینی اور سمندری رابطوں کو منقطع کر کے اُس کا دنیا بھر سے رابطہ کاٹ دیا ہے۔ بیروت کو دمشق سے ملانے والا بڑا پل بمباری سے ناکارہ ہو گیا ہے' جس کے باعث لبنان اور شام کے درمیان زمینی راستہ بالکل معطل ہو کر رہ گیا۔ بیروت' بعلبک' صلعہ اور دیگر شہروں کو جانے والی پانی کی مین پائپ لائن بھی منقطع ہو چکی ہے' جس سے لبنان میں خوراک کے ساتھ ساتھ پانی کی قلت کا خدشہ بڑھ گیا ہے۔

اسرائیل کی ننگی جارحیت پر عالمی ردِعمل افسوس ناک ہے۔ عجیب بات ہے کہ بیروت جل رہا ہے' زخمی تڑپ رہے ہیں' معصوم بچوں کی چیخ و پکار سے فضا سوگوار ہے' مائیں اپنے بچوں کی لاشیں اُٹھا رہی ہیں' بنیادی انسانی ضروریات کا ناگزیر ڈھانچہ تباہ ہو چکا ہے اور دنیا خاموش تماشائی بنی ہے۔ ساری دنیا کے حکمران گونگے بہرے اور اندھے ہو گئے ہیں۔ اُن کی قوت گویائی سلب ہو چکی ہے۔ اُن کی سماعت جواب دے چکی ہے۔ وہ لبنانی عورتوں اور بچوں کی چیخیں نہیں سُن رہے۔ انہیں بے گھر ہوتے ہوئے بے بس اور مجبور چہرے دکھائی نہیں دیتے۔ آنسوؤں سے لبریز آنکھیں نظر نہیں آ رہی ہیں۔ اُن کے سینوں میں پتھر کے دل رکھ دیئے گئے ہیں۔ جب بے حسی اور بے انصافی کے ایسے بدترین مظاہر ہم دیکھتے ہیں تو ''الکفر ملۃ واحدہ'' پر ہمارا یقین اور بھی پختہ ہوتا چلا جاتا ہے۔

اسرائیل کی حالیہ دہشت گردی محض اپنے دو مغوی فوجیوں کی بازیابی کے لیے نہیں۔ یہ ایک بڑی جنگ کی محض تمہید ہے جو مستقبل میں مشرق وسطیٰ میں لڑی جانے والی ہے۔ ایک ایسی جنگ جو شاید مشرق وسطیٰ کا نقشہ تبدیل کر دے۔

عالمی امن کے ٹھیکیداروں کی منافقت کا یہ حال ہے کہ وہ فوری طور پر جنگ بندی بھی نہیں کرا سکے۔ اِس معاملے میں بھی وہ اختلاف کا شکار ہو گئے۔ اسرائیلی جارحیت کی مذمت کی بجائے حزب اللہ کو موردِ الزام ٹھہرایا جا رہا ہے۔ ٹونی بلیئر شام اور ایران کو کوس رہے ہیں۔ طاقت کے نشے میں مدہوش امریکہ بے انصافی' ڈھٹائی اور دھاندلی کی تمام حدیں پار کر چکا ہے۔ اُس نے کمال معصومیت سے اسرائیلی جارحیت کو اُس کا حق قرار دے کر اُس کی پُرزور حمایت کی ہے۔ سیکیورٹی کونسل میں سیز فائر کی قرارداد کو بھی اُس نے یہ کہہ کر ''ویٹو'' کر دیا ہے کہ یہ مسئلہ کا مستقل حل نہیں ہے۔ گویا مسئلے کا حل سیز فائر نہیں جنگ ہے۔ امریکہ کی جنگجو خاتون وزیر خارجہ کنڈولیزا رائس نے اسرائیلی جارحیت کی حمایت اور سیز فائر کے خلاف کیا عمدہ دلیل دی ہے۔ اُن کا کہنا ہے کہ اِس بات کی کیا ضمانت ہے کہ سیز فائر کے بعد امن قائم ہو جائے گا۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ اُن کے خیال میں امن کا راستہ لبنان میں قتل و غارت اور اُس کی ہمہ گیر تباہی و بربادی کی منزل سے ہو کر گزرتا ہے اور جب تک یہ منزل سر نہیں کی جاتی امن قائم نہیں ہو سکتا۔

صدر بش بار بار یہی بات دہرا چکے ہیں کہ اسرائیلی جارحیت اُس کا حق ہے۔ اُن کے خیال میں اصل خطرہ اسرائیل نہیں' حزب اللہ ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ حزب اللہ کو غیر مسلح کیا جائے۔ انہوں نے عرب ممالک سے بھی کہا ہے کہ حزب اللہ پر غیر مسلح ہونے کے لیے دباؤ ڈالیں' نیز بدامنی کا سبب اسرائیل نہیں بلکہ ایران اور شام کی جانب سے حزب اللہ کی حمایت نے مشرقِ وسطیٰ کو خطرے سے دوچار کر دیا ہے۔ انہوں نے انتباہ کیا ہے کہ حزب اللہ کی حمایت کرنے والے ممالک (اشارہ ایران اور شام کی طرف ہے) کا بھرپور مقابلہ کیا جائے گا۔

دوسری جانب امریکہ نے مورچوں اور بنکروں کو تباہ کرنے والے بنکر بسٹر بموں کی ایک بڑی کھیپ اسرائیل پہنچا دی ہے۔ اسرائیل نے گزشتہ دنوں امریکہ سے مطالبہ کیا تھا کہ اُسے بنکر بسٹر بم فوری طور پر فراہم کئے جائیں' تاکہ اِن سے وہ حزب اللہ کے بنکروں کو تباہ کر سکے۔

اسرائیل کی حالیہ دہشت گردی محض اپنے دو مغوی فوجیوں کی بازیابی کے لیے نہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو وہ برابر کی کارروائی کر کے اپنی انتقام کی آگ بجھا سکتا تھا۔ یہ ایک بڑی جنگ کی محض تمہید ہے جو مستقبل میں مشرق وسطیٰ میں لڑی جانے والی ہے۔ ایک ایسی جنگ جو شاید مشرق وسطیٰ کا نقشہ تبدیل کر دے۔ ذرائع ابلاغ کی بعض رپورٹوں سے پتہ چلتا ہے کہ لبنان پر بمباری کا یہ منصوبہ کئی سال پہلے ہی تیار کر لیا گیا تھا۔ فوجیوں کے اغوا کا معاملہ تو محض بہانہ ہے۔

اسرائیل اپنے پہلے سے طے شدہ ایجنڈے کے مطابق آگے بڑھ رہا ہے۔ اُس کا اصل ہدف اور ٹارگٹ

گریٹر اسرائیل کا قیام اور ہیکل سلیمانی کی تعمیر ہے جو 70ء سے مسمار پڑا ہے۔ اِس راہ میں اصل رکاوٹ حماس اور حزب اللہ کی مزاحمتی تحریکیں ہیں۔ اِس لیے وہ بہرصورت اِن کا صفایا کر دینا چاہتا ہے۔ اسرائیل کے فوجی سربراہ کا بیان آن دی ریکارڈ ہے کہ ہمیں بہرحال حزب اللہ کی طاقت کو ختم کرنا ہے۔ اسرائیل نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ ہماری فوجیں جنوبی لبنان پر ہی اکتفا نہیں کریں گی' بلکہ لبنان میں اور آگے بڑھیں گی' جب تک کہ حزب اللہ کی تنظیم اور انفراسٹرکچر کا مکمل صفایا نہیں کر دیا جاتا۔ اِس سے واضح طور پر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اسرائیل لبنان کو بھی فلسطین کی سی حیثیت دینا چاہتا ہے' اور لبنان کے بعد شام کی باری آنے والی ہے۔ اِس پس منظر میں امریکی وزیر خارجہ کنڈولیزا رائس کا یہ دھمکی آمیز بیان چشم کشا ہے:

> ''لبنان کا پڑوسی ملک شام فیصلہ کر لے کہ اُسے حزب اللہ کا ساتھ دینا ہے یا ایک نئے مشرق وسطیٰ کا حصہ بننا ہے۔''

''نئے مشرق وسطیٰ'' کے الفاظ قابل غور ہیں۔ ظاہر ہے کہ اسرائیل اپنے مجوزہ نقشے کے مطابق ابھی نامکمل ہے۔ اُسے مکمل ہونا ہے۔ اِسی غرض سے امریکی طاغوت لبنان جنگ کے بعد مڈل ایسٹ کا نقشہ تبدیل کرنا چاہتا ہے۔ امریکہ کا طویل المیعاد منصوبہ ہے کہ مشرق وسطیٰ کے چھوٹے اور کمزور ممالک کو اسرائیل کی جغرافیائی حدود میں شامل کر کے گریٹر اسرائیل قائم کر دیا جائے۔

عالم اسلام کی جانب سے لبنان پر ہونے والی بربریت پر جس خاموشی کا مظاہرہ ہوا ہے' وہ انتہائی شرمناک ہے۔ ملت اسلامیہ کا المیہ ہے کہ اُس پر حکمرانی کرنے والے اکثر وبیشتر شاہان اور فوجی آمر امریکہ نواز ہیں۔ اِس میں کوئی شک نہیں کہ انہوں نے ظلم کے خلاف آواز نہ اُٹھا کر عملاً امریکہ اور اسرائیل کی حمایت کی ہے اور یقیناً یہ طرزِ عمل اُن کی بزدلی' بے حسی اور بے حمیتی کا بدترین اظہار ہے۔ ''وھن'' کے مرض میں مبتلا یہ حکمران فکر فردا سے بے نیاز ہیں۔ شاید وہ ''سب سے پہلے اپنا آپ'' کی بھول بھلیوں میں کھوئے ہیں۔ وقت کی پکار یہ ہے کہ دجالیت کے پیروکار شیطانی ایجنٹوں کے ہاتھ کل خود اُن کے گریبان تک بھی پہنچنے والے ہیں۔ نفرت اور انتقام کی آگ اُن کے گھروں کا رُخ بھی کرنے والی ہے۔ کیا وہ وقت کی اِس پکار پر کان دھرنے کو تیار نہیں؟ کیا اُنہیں احساس زیاں نہیں ہے؟ اور کیا ایوانہائے اقتدار کے مزے لوٹنے والے تاریخ کا یہ سبق بھول چکے ہیں کہ کبھی کبھی لمحوں کی خطائیں قوموں کو صدیوں کی غلامی اور ذلت ونکبت میں دھکیل دیتی ہیں۔

فیصلہ لمحوں کا ہو جاتا ہے صدیوں کو محیط
ایک لغزش کئی نسلوں کو سزا دیتی ہے

اسلامی حلقۂ خواتین کے تعاون سے مرتب شدہ
ہفت روزہ **ندائے خلافت** لاہور کا
خواتین نمبر
•••••• اس خصوصی شمارے میں ••••••
شرعی پردہ' شرم وحیا' تعمیر کردار' اخلاقیات' سیرت صحابیات' خواتین کے حقوق وفرائض' تہذیب حاضر' گوشۂ تنظیم' مسائل واحکام' قرآن اور سائنس' انٹرویوز' خواتین کی مختلف حیثیتوں پر نظمیں' کچن کارنر اور متفرق موضوعات پر مضامین' مقالات اور ایمان افروز دلچسپ واقعات
''خواتین نمبر'' کی بے پناہ مقبولیت کے پیش نظر
دوسرے ایڈیشن کے بعد اب تیسرا ایڈیشن شائع ہو کر آ گیا ہے
آج ہی طلب کیجیے
بڑے سائز کے 92 صفحات — قیمت 50 روپے
مکتبہ خدام القرآن لاہور 36۔ کے' ماڈل ٹاؤن لاہور فون: 03-5869501
email : maktaba@tanzeem.org website : www.tanzeem.org

اپیل برائے خون وگردہ

☆ تنظیم اسلامی حلقہ بالائی سندھ کے ملتزم رفیق محمد بچل پتھورگردوں کے عارضے میں مبتلا ہیں۔ اُن کے دونوں گردوں نے کام کرنا چھوڑ دیا ہے۔ انہیں اس وقت گردے اور خون (+B) کے عطیہ کی ضرورت ہے۔

برائے رابطہ: 025-4003557

دفتر تنظیم اسلامی حلقہ بالائی سندھ: 071-5631074

قارئین ندائے خلافت اور رفقاء واحباب سے ان کی کامل صحت یابی کے لیے دعا کی بھی درخواست ہے۔

دعائے مغفرت

☆ امیر تنظیم اسلامی' پشاور جناب خورشید انجم کے چچا بقضائے الٰہی وفات پا گئے ہیں۔

☆ تنظیم اسلامی 'سمن آباد' لاہور کے رفیق شیخ محمد افضال کے بڑے بھائی انتقال فرما گئے ہیں۔

قارئین ندائے خلافت اور رفقاء واحباب سے مرحومین کے لیے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

اللھم اغفرلھما وارحمھما وادخلھما فی رحمتك و حاسبھما حسابا یسیرا

بقیہ: اداریہ

نہ اقتدار۔ کل بش کا دستِ شفقت مشرف کی پشت پر تھا' آج گریبان کی طرف بڑھ رہا ہے۔

جب زندگی بہرحال ہار جائے گی' جب اقتدار بہرحال چھوٹ جانے والا ہے' تو ایسا باعزت طریقے سے کیوں نہ ہو۔ موت ٹیپو سلطان کو بھی' آئی اور صادق دکن والے کو بھی' سراج الدولہ نے بھی داعی اجل کو لبیک کہا اور جعفر بھی چل بسا لیکن مقتل میں جانے کا انداز کتنا مختلف تھا۔ کاش! مسلمان حکمران سمجھ سکیں۔ یہاں یہ بات واضح رہنی چاہیے کہ مسلمان عوام بھی مال مست اور حال مست ہے۔ اِس وقت کفر جسدِ واحد کی صورت میں ظاہر ہے۔ امتِ مسلمہ تو جسدِ سنگ وخشت ہے۔

اُمِّ یوسف کے آنسو

ڈاکٹر طاہرہ ارشد

آج کتنے ہی دن سے مجھے اُمِ یوسف رہ رہ کر یاد آرہی ہیں۔ یہ 1984ء کا ذکر ہے۔ ایک روز سرور روڈ لاہور کینٹ پر واقع ایک سبزی کی دُکان پر ایک عمر رسیدہ خاتون ٹوٹی پھوٹی انگریزی اور عربی میں دُکان دار کو بتانے کی کوشش کر رہی تھیں کہ اُنہیں کون سی سبزی چاہیے اور کتنی چاہیے' لیکن مسئلہ حل نہیں ہو رہا تھا' کیونکہ دُکان دار کو دونوں ہی زبانیں نہیں آتی تھیں۔ میری والدہ جو قریب ہی کھڑی تھیں' اُنہوں نے خاتون کی بات دُکان دار کو سمجھانے میں مدد کی اور یوں وہ میری والدہ کی بہت اچھی دوست بن گئیں۔ اُن کا ہمارے ہاں آنا جانا شروع ہو گیا۔ یہ اُم یوسف تھیں۔ اُن کا بیٹا یوسف کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج میں میڈیکل کے آخری سال میں تھا اور وہ اپنے بیٹے کے ساتھ یہاں رہ رہی تھیں۔ اُن ماں بیٹے کا تعلق فلسطین سے تھا۔ پردیس میں جب اُنہیں کوئی غم گسار ملا تو اُن کے وہ آنسو جنہیں وہ اپنے اندر دبائے ہوئے تھیں' بہہ نکلے۔ روزانہ شام کو وہ ہمارے ہاں آتیں' یہودیوں کے مسلمانوں پر مظالم کی داستانیں سناتیں' خود بھی روتیں اور ہمیں بھی رُلاتیں۔

اُمِ یوسف اور اُن کے بیٹے جیسے کئی لوگ اُن دنوں پاکستان میں موجود تھے۔ میڈیکل کالجز اور انجینئرنگ یونیورسٹی میں بہت سے فلسطینی طلبہ وطالبات پڑھتے تھے۔ پاکستانی فوج کے ساتھ بھی فلسطینی منسلک ہوتے اور تربیت حاصل کرتے تھے۔ آج میڈیا اور انٹرنیٹ کے ذریعے دنیا ایک Global Village بن چکی ہے لیکن ہم dejuice اور mobitunes میں ایسے کھو چکے ہیں کہ اپنے مسلمان بھائیوں کے مصائب سے اُس طرح باخبر اور اُن پر فکرمند نہیں' جس طرح آج سے کچھ سال پہلے تھے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اُس وقت ہم نے امریکہ کی غلامی کا طوق اپنے گلے میں نہیں ڈالا تھا۔ آج ہماری بے حسی کا یہ عالم ہے کہ کتنے ہی دنوں سے بین الاقوامی میڈیا لبنان پر ہونے والے اسرائیلی مظالم دکھا رہا ہے لیکن ہم اپنی ہی دنیا میں مگن ہیں۔ جی چاہتا ہے کچھ باتوں کی یاددہانی خود کو اور ندائے خلافت کے قارئین کو بھی کروائی جائے۔ ع

''شاید کہ تیرے دل میں اتر جائے میری بات''

ارضِ فلسطین اور بیت المقدس مسلمانوں کے لیے انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتے ہیں:

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ (بنی اسرائیل)

''پاک ہے وہ (اللہ) جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا مسجد الحرام (خانہ کعبہ) سے مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) تک' جس کے اردگرد (اطراف) کو ہم نے برکت دی ہے' تاکہ ہم اسے اپنی (قدرت کی) نشانیاں دکھائیں۔ بے شک وہ سننے والا' دیکھنے والا ہے۔''

بیت المقدس اور اُس کے گردونواح کو اللہ نے بابرکت بنایا۔ یہی وہ سرزمین ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے سب سے زیادہ نبی اور رسول بھیجے۔ یہاں فرشتے وحی لے کر اُترے۔ حضرت عیسیٰؑ' حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ یہیں پیدا ہوئے۔ حضرت موسیٰؑ بنی اسرائیل کو فرعون سے آزاد کروا کر اسی سرزمین پر لائے۔ حضرت ابراہیمؑ' حضرت اسحاقؑ' حضرت یعقوبؑ' حضرت یوسفؑ اور حضرت موسیٰؑ یہیں دفن ہیں۔

اُمتِ مسلمہ کے لیے اس سرزمین کی خصوصی اہمیت اس لیے بھی ہے کہ یہ مسلمانوں کا قبلۂ اوّل ہے۔ ہجرت مدینہ کے 17 ماہ بعد تک مسلمان اسی کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھتے رہے' پھر یہ کہ یہاں معراج کی شب آپؐ کا زمینی سفر ختم ہوا اور آسمان کی طرف سفر کا آغاز ہوا۔ یہاں آپؐ نے تمام انبیاءؑ کی امامت فرمائی۔ مسجد اقصیٰ اُن تین مساجد میں سے ایک ہے جن کی زیارت کرنے کا قصد کرنے کی آپؐ نے مسلمانوں کو اجازت دی۔ آپؐ نے فرمایا' مسجد اقصیٰ میں پڑھی ہوئی ایک نماز کا اجر پانچ سو نمازوں کے برابر ہے۔ اِس مقام کے تعلق سے آج یہودی سازشوں اور اُن کے ناپاک عزائم کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ جب متحدہ مجلسِ عمل نے حالیہ اسرائیلی جارحیت کے خلاف جلوس نکالا تو ایک شیعہ عالم علامہ حسن ترابی کو قتل کر دیا گیا تاکہ مسلمانوں کو شیعہ سنی فساد میں اُلجھا کر اس اہم موضوع سے اُن کی توجہ ہٹا دی جائے۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ صحیح راستے پر وہ ہے جو میری اور میرے خلفائے راشدین کی سُنت پر چلے۔ آج peace process کو آگے بڑھانے کا چرچا ہے' یہودیوں کے ساتھ مفاہمت کرنے اور اسرائیل کو تسلیم کرنے کی بازگشت سنائی دیتی ہے حالانکہ حضرت عمر فاروقؓ کے دورِ خلافت میں جب بیت المقدس (بغیر خون بہائے) فتح ہوا تو ایک صلح نامہ لکھا گیا تھا جسے بیت المقدس (ایلیاء) کا صلح نامہ کہتے ہیں۔ اس میں یہ الفاظ بھی درج ہیں کہ ''.....ایلیاء میں کوئی یہودی نہیں رہے گا۔'' یہ صلح نامہ تاریخ طبری (159/4) میں موجود ہے۔ اس کے الفاظ کچھ یوں ہیں:

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اللہ کے بندے امیر المومنین کی طرف سے اہل ایلیاء (بیت المقدس) کی جان ومال' عبادت گاہوں' صلیبوں' شہر کے بیماروں' تندرستوں اور ہر مذہب وملت کے لوگوں کو امان دی جاتی ہے۔ ان کے کنیسوں میں نہ تو سکونت اختیار کی جائے گی' نہ انہیں ڈھایا جائے گا' نہ ان کے کسی حصہ یا متعلقہ اراضی پر قبضہ کیا جائے گا' نہ ان کی (سونے چاندی) کی صلیبوں یا مال ودولت کا حصہ کم کیا جائے گا اور نہ ان کے ساتھ ایلیاء میں کوئی یہودی رہے گا.....''

خود ہی فیصلہ کیجیے کیا کسی کو بھی اللہ تعالیٰ کے خلیفہ حضرت عمرؓ سے آگے بڑھنے کا اختیار ہے؟

امریکہ اور برطانیہ اسرائیلی جارحیت کی بھرپور حمایت کر رہے ہیں۔ دراصل اِس طرح بے بس و مجبور فلسطینیوں کو حماس کے انتخاب کی سزا دی جا رہی ہے' جس طرح طالبان کی حکومت کی سزا افغانیوں کو دی گئی۔ لیکن سوال یہ ہے کہ حماس تو مغربی طرزِ انتخابات کے ذریعے حکومت میں آئی ہے پھر اس کے ساتھ ایسا رویہ کیوں؟ اس کا جواب ہر ہوشمند مسلمان جانتا ہے۔ وہ یہ کہ یہود ونصاریٰ اسلام کے دشمن ہیں۔ اگر حماس کے لیڈر بھی مصر یا پاکستان کے حکمرانوں جیسے ہوتے تو آج اُن کی بھی پانچوں اُنگلیاں گھی میں ہوتیں' وہ بھی امریکہ کے منظورِ نظر ہوتے۔

نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ مسلمان اُمت ایک جسم کی طرح ہے کہ اگر اس کے ایک حصہ کو کوئی تکلیف پہنچے تو پورا جسم تکلیف میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ ہمارے تو کئی حصے کٹ بھی گئے ہیں۔ عراق' افغانستان' کشمیر' بوسنیا' فلسطین اور کس کس کا نام لیا جائے' مگر ہم خوش ہیں کہ ہم نے اپنا آپ بچا لیا ہے۔

امتِ مسلمہ کی موجودہ بے حسی کو ذہن میں رکھتے ہوئے جب سورۃ الانفال کی یہ آیت پڑھی جائے تو رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں:

لمحۂ فکریہ

فکری انتشار

پس چہ باید کرد

الیکٹرانک میڈیا کے ذریعے پھیلائی جانے والی فکری بے راہ روی کے حوالے سے ایک فکرانگیز تحریر

شکیل احمد

آج کے دورِ فتن میں مسلمان کے لیے اپنی متاعِ ایمان کو بچانا مشکل ہوگیا ہے۔ ہمارے الیکٹرانک میڈیا کے ذریعے جس پر حقیقت میں یہودیوں کا کنٹرول ہے' مسلمانوں میں فکری انتشار اور گمراہی پھیلائی جارہی ہے۔ یہودیوں نے اپنے مذموم مقاصد کے لیے اہم ٹی وی چینلز یا تو خرید لیے ہیں یا پھر این جی اوز کے ذریعے انہیں بھاری رقوم فراہم کرکے انہیں استعمال کررہے ہیں۔

☆ نام نہاد سکالرز اور مفکرین دن بھر ٹی وی پر دین کی من گھڑت تعبیرات پیش کرکے قوم کے ذہنوں کو پراگندہ کررہے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو حدود آرڈیننس کو متنازعہ بنارہے ہیں اور یہ باور کرارہے ہیں کہ گویا یہ پاکستان کا سب سے بڑا مسئلہ ہے۔

☆ آج اِس بات کا پرچار بھی کیا جارہا ہے کہ (نعوذ باللہ) قرآنی تعلیمات میں ترمیم کی جائے' ورنہ ہم اقوامِ عالم کے ساتھ نہیں چل سکتے۔ یہ بھی کہا جارہا ہے کہ قرآن حکیم کی تفسیر کے لیے رسول ﷺ کی سنت اور حدیث کی کوئی ضرورت نہیں' بلکہ یہ ہمارا کام یہ ہے کہ ہم عربی گرامر کے اصولوں کی روشنی میں غور وفکر سے کام لے کر قرآن کی تشریح کریں' کیونکہ حدیث اور سنت رسول ﷺ حجت نہیں۔ یہ تو دراصل اپنے دور کے لیے اسلام کی تعبیرات تھیں' جنہیں آج اپنانا ضروری نہیں ہے۔

☆ یہ گمراہ کن فکر بھی پھیلائی جارہی ہے کہ دین و شریعت کا نفاذ آج کے دور میں ممکن نہیں ہے اور جو لوگ اس کے نفاذ کے لیے کوشش کررہے ہیں وہ احمق ہیں۔ انہیں چاہیے کہ دین کی نشرواشاعت کے لیے دعوت وتبلیغ کریں اور دنیا کو بھائی چارے کا درس دیں۔

☆ میڈیا پر اس بات پر بھی زور دیا جارہا ہے کہ موجودہ نصابِ تعلیم میں ایسی تبدیلیاں کی جائیں جن سے قوم ''انتہاپسندی'' سے بچ سکے۔ پہلی اور دوسری جماعت کے نصاب سے ''اسلامیات'' کا اخراج اسی کا شاخسانہ ہے۔ اور اِسی فکر کی بنیاد پر نصاب سے بتدریج صحابہ کرامؓ اور قومی ہیروز کے تذکرے ختم کیے جارہے ہیں۔

☆ میڈیا کے ذریعہ ہماری معاشرت پر بھی جارحانہ حملے کیے جارہے ہیں۔ کوشش کی جارہی ہے کہ ملک میں مخلوط معاشرت رائج کردی جائے۔ لوگوں کو بتایا جارہا ہے کہ پردہ ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہے' اور یہ خیال عام کیا جارہا ہے کہ اسلام مخلوط میل جول سے منع نہیں کرتا۔ بعض نام نہاد سکالرز بھی اِس حد تک آگے جاچکے ہیں کہ درسِ قرآن کے مقدس نام سے بے پردہ مخلوط محفلیں بھی منعقد کرنے لگے ہیں۔

دینِ اسلام کے خلاف یہ اور اِس طرح کے دیگر فکری حملے انتہائی خطرناک ہیں۔ ان سے بچاؤ کے لیے ضروری ہے کہ

o مسلمان ٹی وی چینلز پر اِس قسم کے خیالات پیش کرنے والوں کے خلاف احتجاج کریں۔ ٹی وی چینلز اور نام نہاد سکالرز اور دانشوروں کے خلاف ہر سطح پر صدائے احتجاج بلند کریں۔

o قرآن حکیم کے ساتھ اپنا تعلق مضبوط بنائیں۔ قرآن کو سمجھیں' اُس پر عمل کریں اور اُس کے حقیقی پیغام اور تعلیمات کو عام کریں۔

o سنت رسول ﷺ اور آپؐ کے اسوہ کو اختیار کریں۔ نبی اکرم ﷺ کی چھوٹی چھوٹی سنتوں پر عمل کریں۔ قرآن حکیم اور سنت رسول ﷺ ایک مضبوط حصار ہے۔ جب تک ہم اِس حصار میں ہوں گے' محفوظ رہیں گے اور شیطان آسانی سے ہم پر حملہ آور نہیں ہوسکے گا۔

o ہر مسلمان کو چاہیے کہ غلبہ دین کے لیے قائم کسی نہ کسی اجتماعیت کا ساتھ دے۔ کیونکہ جب انسان اکیلا ہوتا ہے تو اُسے شیطان زیادہ ورغلاتا ہے' بالکل ایسے ہی جیسے جنگل میں بکری اکیلی ہو تو اُسے بھیڑیا کھاجاتا ہے۔

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ وَاَنَّهٗٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۲۴﴾

''اے ایمان والو! قبول کرلو اللہ اور اُس کے رسول کی (دعوت) جب وہ تمہیں بلائے اُس (چیز) کی طرف جو تمہیں زندگی (جاوداں) بخشے۔ اور جان لو کہ اللہ حائل ہوجاتا ہے آدمی اور اُس کے دل کے درمیان' اور یہ بھی کہ تم سب اُسی کی طرف روزِ جزا کو اُٹھائے جاؤ گے۔''

کیا اللہ تعالیٰ ہمارے اور ہمارے دلوں کے درمیان حائل ہوگیا ہے کہ اتنے مظالم دیکھ کر بھی ہمارے کانوں پر جُوں تک نہیں رینگتی۔ ہم اپنے ہی اللّوں تللّوں میں مصروف ہیں۔ شب و روز پلازے بن رہے ہیں۔ شادی گھر جگمگا رہے ہیں۔ سڑکیں سُود پر لی ہوئی گاڑیوں سے بھری پڑی ہیں۔ محترم ڈاکٹر اسرار احمد کے دروس میں سنے ہوئے جملے آج بھی کانوں میں گئے وقتوں کی بازگشت کی طرح گونجتے ہیں۔ ''اللہ تعالیٰ نے پاکستان کو اسرائیل کے علاج کے لیے معجزانہ طور پر بنایا اور اُس کا قیام لیلۃ القدر میں عمل میں آیا۔''

ڈاکٹر قرأت غضنفر کہتی ہیں ؎

پھونک دے جو بت کدوں کو وہ حرارت چاہیے
عزم راسخ چاہیے اور استقامت چاہیے

سرجری کرتے ہوئے جب کسی وجہ سے کسی آدمی کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیے جائیں تو مریض کو کٹی ہوئی نسوں کی وجہ سے جواب بھی اُس کے جسم کے ساتھ لگی ہوتی ہیں' اُسی جگہ درد یا خارش محسوس ہوتی ہے جہاں کبھی اُس کا کٹا ہوا ہاتھ یا پاؤں تھا۔ کیا ہماری وہ nerves بھی باقی نہیں رہیں کہ ہمیں اُمت کا دُکھ رُلاتا ہی نہیں؟ اگر ایسا نہیں ہے (اور اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ایسا نہ ہو) اور یہ صرف کمزوری' محتاجی یا مایوسی ہے تو یاد رکھیے مایوسی گناہ ہے' اگر ہم آج بھی اللہ کے دین کی نصرت کے لیے تیار ہوجائیں تو کامیابی یقینی ہے۔ اللہ کا وعدہ ہے:

﴿وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ؀﴾ (الحج:40)

''اور اللہ تعالیٰ ضرور اُس کی مدد کرے گا جو اُس کی مدد کرتا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ طاقت والا' غالب ہے۔''

ہم اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کیوں بھول جاتے ہیں کہ:

﴿وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَي الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا ؀﴾ (النساء:141)

''اور ہرگز اللہ کافروں کو مسلمانوں پر راہ (غلبہ) نہیں دے گا۔''

ضرورت صرف اِس بات کی ہے کہ ہم صحیح معنوں میں صاحبِ ایمان بنیں۔

آج بھی ہو جو براہیم کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

تشنگی

عرفان صدیقی

پاکستان کے عوام کو توقع تھی کہ صدر مشرف اُن کے ذہنوں میں کلبلاتے اہم سوالات کا جواب دینے کی کوشش کریں گے۔ اُن موضوعات پر اظہارِ خیال کریں گے جو قوم کے سیاسی و سماجی تناظر میں خاصی اہمیت اختیار کر گئے ہیں۔ ان پہلوؤں پر نظر ڈالیں گے جو وضاحت اور قطعیت چاہتے ہیں اور خارجہ پالیسی کے حوالے سے کسی تازہ حکمتِ عملی کے نقوش واضح کریں گے' لیکن انہوں نے بعض حساس معاملات سے گریز کو ترجیح دی اور زیادہ وقت ''معاشی انقلاب'' کی توضیحات کے لیے وقف کر دیا' حالانکہ جس طرح پھول کی خوشبو کسی وکیل اور دلیل کی محتاج نہیں ہوتی' اسی طرح معاشی انقلاب بھی عوام کی زندگی کے ہر لمحے میں خود بولتا ہے۔

صدر نے ممبئی کے دھماکوں کی پُرزور مذمت کی' متاثرین سے اظہارِ ہمدردی کیا' مجرموں کا سراغ لگانے کے لیے اپنے ہر ممکن تعاون کا یقین دلایا' امن مذاکرات جاری رکھنے کی آرزوئے بے تاب کا اظہار کیا لیکن وہ اس ''کور ایشو'' کا تذکرہ نظر انداز کر گئے جو بھارت سے تعلقات کا مرکزی ومحوری نکتہ ہے۔ حیرت کی بات ہے کہ تقریباً 83 منٹ پر پھیلی طویل تقریر میں کشمیر کا لفظ تک شامل نہیں تھا۔ ایسا کیوں ہوا؟ کیا یہ فروگزاشت تھی؟ کیا صدر اور اُن کے مشیران خاص نے جان بوجھ کر خیالِ خاطرِ احباب' کے پیشِ نظر اسے نظر انداز کر دیا؟ کیا اب کشمیر ''کور ایشو'' نہیں رہا اور بھارت کی دلداری کو اس پر فوقیت حاصل ہو گئی ہے؟

ممبئی کے دھماکوں کے فوراً بعد وزیر خارجہ خورشید محمود قصوری نے واشنگٹن میں اظہار خیال کرتے ہوئے کہا تھا کہ ''بے گناہ جانوں کی ہلاکت کا ہم سب کو رنج ہے۔ دہشت گردی کے خلاف ہمیں مل جل کر جدوجہد کرنا ہو گی اور اس حوالے سے کشمیر کا مسئلہ بھی حل کرنا ہو گا تاکہ دیرپا امن قائم ہو سکے۔'' بھارتی حکومت نے اس بیان کا سخت نوٹس لیا۔ اخبارات میں کہرام سا مچ گیا کہ پاکستانی وزیر خارجہ نے ممبئی دھماکوں کا سلسلہ کشمیر کے حل سے جوڑ کر دراصل یہ پیغام دیا ہے کہ ''یہ مسئلہ حل نہیں کرو گے تو دہشت گردی بھی جاری رہے گی۔'' قصوری صاحب کے بیان کی اس تفسیر کے پیچھے وہی سوچ کارفرما تھی جس کے تازیانے ہم برس ہا برس سے کھا رہے ہیں۔ یقینی طور پر صدر نے ممبئی دھماکوں اور مذاکرات کے احیاء کا تذکرہ کرنے کے باوجود کشمیر کے ذکر سے اس لیے گریز کیا کہ بھارت پھر نہ بھڑک اُٹھے۔

لیکن کیا اب ہمارے بنیادی قومی اہداف و مقاصد سے تعلق رکھنے والے معاملات بھی بھارت کی خوشنودی کی ڈور سے بندھ گئے ہیں؟ انتہائی ''طاقتور'' بہادر' جری اور ایٹمی ملک ہوتے ہوئے بھی ہماری قوتِ گویائی کو کیا ہو گیا ہے اور ہم کشمیر کا تذکرہ کرتے ہوئے بھی کیوں شرمانے لگے ہیں؟ ابھی صدر کی نرم و گداز اور دلپذیر و دلنواز تقریر کو 24 گھنٹے بھی نہیں گزرے تھے کہ بھارتی وزارت خارجہ کے ترجمان نوتیج سرنا نے اپنی حکومت کے سرکاری موقف کا اظہار کرتے ہوئے کہا: ''صدر پاکستان پرویز مشرف کی طرف سے ممبئی دھماکوں کی تحقیقات میں مدد کی پیشکش بے معنی ہے۔ اگر وہ ہمیں واقعی یقین دلانا چاہتے ہیں تو وہ عسکریت پسندوں کے خلاف قدم اٹھائیں اور وہ ایسا کر بھی سکتے ہیں۔ پاکستان اپنی سرزمین کو بھارت کے خلاف استعمال نہ ہونے دینے کے وعدے پر عمل کرے۔ لشکر طیبہ کے سیاسی ونگ ''جماعت الدعوۃ'' کی نگرانی کرنے کے بجائے اس پر پابندی عائد کی جائے اور اس کے رہنماؤں کو گرفتار کیا جائے' پاکستان 6

اگر امریکہ سے ملنے والے ایف 16
طیارے ایٹمی ہتھیار نہیں لے جاسکیں گے
تو کیا وہ دشمن پر گل پاشی کیا کریں گے؟
پاکستان کو اربوں ڈالر خرچ کر کے یہ اُڑن
کھٹولے خریدنے کی کیا مجبوری ہے؟

جنوری 2004ء کے وعدے کو عملی جامہ پہنائے۔ پاکستان اگر بھارتی عوام کو قائل کرنا چاہتا ہے کہ وہ دہشت گردی کے خاتمے میں مخلص ہے تو اُسے کچھ فوری اقدامات اُٹھانا ہوں گے۔ ان اقدامات میں حزب المجاہدین کے سربراہ سید صلاح الدین کو گرفتار کر کے نئی دہلی کے حوالے کرنا بھی شامل ہے۔ علاوہ ازیں اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کی فہرست میں شامل ''القاعدہ'' سے منسلک داؤد ابراہیم کو بھی بھارت کے حوالے کیا جائے۔''

پاکستان نے بجا طور پر ان سارے لغو مطالبات کو مسترد کر دیا ہے لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا ہم ابھی تک طلسم و ہم وگماں میں مبتلا ہیں اور کیا ہمارے لیے بھارت کی خوشنودی مقصدِ اولیٰ بن چکی ہے اور اس کارِلا حاصل کے لیے ہم قومی خودی کا پاس ولحاظ بھی نہیں کرنا چاہتے؟ اور کسی دن یہ عقدہ بھی کھول دیا جائے کہ بے ثمر مذاکرات کا سرکس کیوں سجائے رکھنا چاہتے ہیں؟ پاکستان کے بچے بچے کو معلوم ہے کہ اعتماد افزا اقدامات ''کھلونے دے کر بہلانے'' کا ایک فریب کارانہ عمل ہے اور جونہی مذاکرات' کشمیر کے مدار میں داخل ہوئے' بھارت طرار حسینہ کی طرح چوکڑی بھر کر دور جا بیٹھے گا۔ یہ تلخ تجربہ ہم بار بار کر چکے ہیں لیکن خود فریبی کے جال سے نکلنے پر تیار نہیں۔ ''انتہا پسندی'' کے خلاف تازہ آپریشن کا پس منظر بھی یقینی طور پر ممبئی دھماکے ہی ہیں اور ہم چور نہ ہونے کے باوجود خواہ مخواہ تنکا نکالنے کے لیے اپنی داڑھی کھجا رہے ہیں۔ جب پولیس کو ''انتہا پسندی'' کے خاتمے کا مینڈیٹ دے دیا جائے گا تو اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ قانون وانصاف اور روشن خیالی اعتدال پسندی کے کیسے کیسے مناظر تخلیق ہوں گے۔

غیر متوازن اور غیر حکیمانہ خارجہ پالیسی کی لاحاصلی کی کہانی نئی دہلی کے درباروں سے واشنگٹن کے چوباروں تک بکھری پڑی ہے۔ پاکستان کو نکیل ڈالنے اور اُسے بھارتی مدار میں گردش کرنے والا سیارچہ بنائے رکھنے پر دونوں متفق ہیں۔ امریکہ اور بھارت کے مابین 2005ء کے دفاعی معاہدے کے بعد جوہری تعاون کا سمجھوتہ آنے والے موسموں کا پتہ دے رہا ہے۔ ہمیں ایک بے ننگ و نام جنگ کا ایندھن بنانے کے بعد پانچ سالوں پہ محیط 3 ارب ڈالر کی ''امداد'' کا مژدہ سنایا گیا جس کا ایک ایک ڈالر شرائط میں جکڑا ہوا ہے۔ ہمارے سینے پر ''نان نیٹو اتحادی'' کا تمغہ لٹکا دیا گیا' ہمیں ایک نامطلوب کردار ادا کرتے چھ برس ہونے کو ہیں۔ بھارت کا اسلحہ خانہ لبالب بھر دینے کے بعد امریکہ نے ہمیں ایف 16 عطا کرنے کی نوید دی' کچھ نئے کچھ پرانے۔ اب اُسے گاہکوں کی ضرورت تھی لیکن بھارت کے لیے بریشم کی طرح نرم امریکی کانگرس ہمارے لیے فولاد سے زیادہ سخت ہو چکی ہے۔ ''لاک ہیڈ'' کمپنی کو دیوالیہ پن سے بچانے کے لئے جو ایف 16 طیارے پاکستان کے ہاتھ فروخت کرنے کی باتیں ہو رہی ہیں۔ ان کے بارے میں عسکری امور کے نائب وزیر جان ہیلن نے امریکی ایوان نمائندگان کی بین الاقوامی تعلقات کمیٹی کو بتایا کہ ''یہ طیارے ایٹمی ہتھیار لے جانے کی صلاحیت سے عاری ہوں گے۔ اس امر کے غیر معمولی انتظامات کر لیے گئے ہیں کہ ان طیاروں کی ٹیکنالوجی چین کو منتقل نہ ہو سکے اور پاکستان نے ان امور پر اپنی رضا مندی ظاہر کر دی ہے۔'' اگر امریکہ سے ملنے والے ایف 16 طیارے ایٹمی ہتھیار نہیں لے جاسکیں گے تو کیا وہ دشمن پر گل پاشی کیا کریں گے؟ پاکستان کو اربوں ڈالر خرچ کر کے یہ اُڑن کھٹولے خریدنے کی کیا مجبوری ہے؟

صدر کی تقریر' طویل ہونے کے باوجود بے پناہ تشنگی چھوڑ گئی۔ انہوں نے زلزلے سے متاثر ہونے والے لاکھوں انسانوں کی بحالی کے حوالے سے بھی کچھ نہیں کہا جو ابھی تک لاتعداد مسائل میں گھرے ہوئے ہیں۔ صدر نے کرپشن کی اُن افسوسناک کہانیوں سے بھی صرفِ نظر کیا جو زباں زدِ خاص و عام ہیں۔ صدر نے امن وامان کی ناگفتہ بہ حالت کے بارے میں بھی کچھ نہیں کہا۔ انہوں نے فوکر کے افسوسناک حادثے کو بھی یکسر بھلا دیا۔ سارا زورِ بیاں ''معاشی انقلاب'' کی فیوض و برکات پر صرف کرنے کے باوجود شدید مہنگائی اور بے روزگاری کی چکی میں پسے ہوئے عوام کو یہ احساس نہیں دلا سکے کہ واقعی پھول کھلنے اور فاقہ زدگان کے چاک سلنے لگے ہیں۔ ''معاشی انقلاب'' کی اصل حقیقت کا تذکرہ پھر سہی۔ (بشکریہ: ''نوائے وقت'')

☆ کیا ظالم کے ظلم و نا انصافی سے لوگوں کو آگاہ کرنا غیبت ہے؟

☆ حدود آرڈیننس کے بارے میں تنظیم اسلامی کا کیا موقف ہے؟

☆ ارتداد کی سزا کے حوالے سے مرتد اور قادیانیوں میں کیا فرق ہے؟

قارئین ندائے خلافت کے سوالات کے قرآن و سنت کی روشنی میں جوابات

س: آج کل حدود آرڈیننس پر بڑے زور و شور سے بحث جاری ہے' براہِ کرم تفصیل سے بتائیں کہ اِس کے بارے میں تنظیم اسلامی کا موقف کیا ہے؟ (سلمان خان)

ج: حدود آرڈیننس کے بارے میں تنظیم اسلامی کا موقف ندائے خلافت کے جولائی کے پہلے شمارے میں واضح طور پر آ چکا ہے۔ ہمارے نزدیک اگرچہ یہ درست ہے کہ حدود آرڈیننس کوئی وحی آسمانی نہیں جس میں ترمیم نہیں کی جا سکتی۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کے علاوہ کسی بھی بڑے سے بڑے انسان کے کہے اور لکھے پر نظرثانی ہو سکتی ہے۔ لیکن اصل مسئلہ یہ ہے کہ موجودہ حکومت نے امریکی دباؤ پر اسلامی شعائر' تہذیب اور تعلیمات سے جو سلوک روا رکھا ہوا ہے' اُس سے یہ بات بڑے تیقن کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ حدود آرڈیننس کو سرے سے منسوخ کر کے یا اُس میں ایسی ترامیم کر کے جس سے وہ بالکل بے معنی بلکہ مذاق بن کر رہ جائے' حکومت اسلام دشمن قوتوں کو خوش کرنا چاہتی ہے۔

حدود آرڈیننس کے بارے میں ہماری رائے ہے کہ ایک کمیٹی کا قیام عمل میں لایا جائے جس میں ایسے علمائے کرام کو شامل کیا جائے جن کا سرکاری دربار سے کوئی تعلق نہ ہو۔ علاوہ ازیں اِس میں ملکی قوانین کے ماہرین کو شامل کیا جائے' بیرون ملک خصوصاً مصر اور سعودی عرب سے علماء شامل کئے جائیں اور کمیٹی کا چیئرمین کوئی جید عالم دین ہو جو سیاسی وابستگیوں سے بالاتر ہو۔ اِس فورم پر حدود آرڈیننس کی ایک ایک شق کو باریکی اور گہرائی سے کتاب اللہ اور حدیث رسول ﷺ کی کسوٹی پر پرکھا جائے۔ جو شق کسی بھی درجہ میں اللہ اور رسول ﷺ کی منشا سے پرے ہو' اُسے مکمل طور پر ختم کر دیا جائے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اِس آرڈیننس کے خلاف امریکہ کا حکومت پر سخت دباؤ ہے۔ اگر آج اس دباؤ کا مقابلہ نہ کیا گیا تو بہت جلد توہین رسالت کی شق کے خاتمے کا مطالبہ کیا جائے گا۔

س: باطل نظام کے تحت کوئی شخص اگر ٹیکس نہیں دیتا تو کیا وہ مجرم ہو گا' جبکہ ٹیکسوں کی زیادہ تر رقم حکمرانوں کی عیاشیوں اور شاہ خرچیوں پر خرچ ہوتی ہے؟ (محمد باسط)

ج: اگر کوئی شخص باطل نظام کو دل سے قبول نہ کرے اور اس کا مظہر یہ ہوگا کہ باطل نظام کے خاتمے اور حقیقی اسلامی نظام کے قیام کے لیے بھرپور جدوجہد کرے۔ ایسا شخص جھوٹ بولے بغیر ٹیکس سے بچ سکتا ہو تو بچ جائے۔ یعنی ٹیکس قوانین میں موجود سقم سے فائدہ اٹھا سکتا ہے تو اٹھا لے' لیکن ہمارے دین میں جھوٹ بولنے کی اجازت نہیں دی گئی۔ لہٰذا اگر نوبت جھوٹ بولنے کی آئے تو جھوٹ ہرگز نہ بولے بلکہ ٹیکس ادا کرے۔ البتہ اُسے باطل نظام کو جڑ سے اکھاڑنے کی جدوجہد جاری رکھنی چاہیے۔

س: اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ جب دعوت کی جائے تو اُسے قبول کیا جائے' لیکن اگر دعوت دینے والے کا مال اور کاروبار کے ذرائع حلال نہ ہوں تو پھر کیا کیا جائے؟ (محمد سلیم)

ج: دعوت دینے والے سے انتہائی اچھے انداز سے معذرت کی جائے اور اُسے بتا دیا جائے کہ ہماری آپ سے نہ کوئی دشمنی ہے اور نہ کوئی شکایت۔ چونکہ آپ کے کاروبار میں یہ حرام چیزیں شامل ہیں' لہٰذا ہماری طرف سے معذرت قبول کیجئے۔

س: مرتد اور قادیانیوں میں کیا فرق ہے؟ کیا مرتد واجب القتل ہیں؟ (محمد مشتاق)

ج: بلاشبہ مرتد کی سزا قتل ہے' الا یہ کہ وہ دارالسلام کو چھوڑ کر چلے جائیں۔ البتہ قادیانیوں کا معاملہ یہ ہے کہ ارتداد کے قانون کے نفاذ سے پہلے جو لوگ قادیانی ہوئے ہیں' اُنہیں کافر شمار کر کے مرتد نہیں کہا جائے گا۔ وہ ذمی ہو کر اسلامی ریاست میں رہ سکتے ہیں۔ لیکن اسلامی قانون کے نفاذ کے بعد جو شخص قادیانیت اختیار کرے گا' وہ مرتد ہو گا اور واجب القتل ہوگا۔

س: اگر کسی شخص کے ساتھ ظلم و زیادتی ہو رہی ہو تو کیا اُسے حق حاصل ہے کہ وہ ظالم کی نا انصافی سے لوگوں کو آگاہ کرے۔ اگر ہے تو کیا ایسا کرنا غیبت میں شمار نہیں ہو گا' وضاحت فرمادیں۔ (نعیمہ بی بی)

ج: نہیں' ایسا کرنا غیبت شمار نہیں ہوگا۔ مظلوم کے لیے خاص رعایت دی گئی ہے۔ قرآن پاک کے چھٹے پارے کی پہلی آیت کا ترجمہ ہی یہ ہے کہ "اللہ تعالیٰ کسی بری بات کو بلند آواز سے کہنا پسند نہیں کرتا سوائے اس کے جس پر ظلم کیا گیا ہو۔" مظلوم کی زبان سے اگر بری بات بھی نکلتی ہے وہ چونکہ دکھی دل کی فریاد ہوتی ہے' لہٰذا امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے معاف کرے گا۔

س: نماز فجر کے بعد دو سنتیں پڑھنے کی اجازت کیوں نہیں ہے؟ (فرید احمد)

ج: احناف کے نزدیک اس حدیث کی رو سے جس میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ نماز فجر پڑھنے سے لے کر سورج طلوع ہونے تک کوئی نماز ادا نہیں کی جا سکتی' اسی طرح عصر کی نماز پڑھنے سے سورج کے غروب ہو جانے تک کوئی سجدہ نہیں کیا جا سکتا' دراصل بہت سے لوگ طلوع آفتاب اور غروب آفتاب کے وقت سورج کی پوجا کرتے تھے' لہٰذا اس شائبے سے امت کو پاک کرنے کے لیے ان اوقات میں سجدہ ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ جبکہ محدثین کے نزدیک فجر کے فرائض کے بعد سنت ادا کی جا سکتی ہیں۔ کیونکہ اس بارے میں بھی ایک روایت ملتی ہے کہ ایک صحابی نے فجر کی دو سنتیں فرض کے بعد ادا اور آپ نے اس پر خاموشی اختیار کی۔

س: اگر کوئی مسلمان ارکان اسلام نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ پر عمل پیرا نہیں ہوتا تو اس کا کیا سٹیٹس ہوگا؟ (شاہ زیب)

ج: اگر وہ شخص نظری طور پر اقرار کرتا ہو کہ یہ عبادت ارکان اسلام ہیں اور فرض ہیں' تو اس میں کوتاہی کی صورت میں وہ گناہ گار ہوگا۔ قانونی طور پر اس کا شمار مسلمانوں میں ہوگا' اسے کافر قرار نہیں دیا جا سکتا۔

کالم "تفہیم المسائل" میں سوالات بذریعہ ڈاک یا ای میل ایڈریس media@tanzeem.org پر بھیجے جا سکتے ہیں۔

فورٹ عباس بہاولنگر میں دورہ ترجمۃ القرآن

تنظیم اسلامی کی دعوت کا مرکز ومحور قرآن حکیم ہے جس کو مدِنظر رکھ کر امیر حلقہ بہاولنگر جناب محمد منیر احمد نے دورہ ترجمۃ القرآن پروگرام کا اہتمام کیا۔ اس پروگرام میں مدرس نثار احمد شفیق صاحب نے پورے قرآن کو بیان کیا۔ یہ پروگرام روزانہ مغرب سے عشاء تک فورٹ عباس کی جامع مسجد میں ہوتا تھا اور دو ماہ تک جاری رہا۔ پروگرام میں فاضل مدرس نے لوگوں کے سامنے یہ بات رکھی کہ قرآن کو سمجھنا ہر مسلمان پر لازم ہے۔ یہ کتاب سراپا ہدایت ہے۔ قرآن ایک ایسی کتاب ہے جس کا موضوع ہی انسان ہے جو اس کو فلاحِ اُخروی کے لیے صراطِ مستقیم دکھاتی ہے۔ پروگرام کے شروع میں 35,30 کے قریب حاضری تھی اور آخر میں 130 مرد اور 95 کے قریب خواتین کی حاضری ہو چکی تھی۔

پروگرام کے اختتام پر امیر حلقہ جناب محمد منیر احمد نے ایک سہ روزہ ترتیب دیا جس میں لاہور سے مرکزی ناظم دعوت رحمت اللہ بٹر صاحب اور نائب ناظم دعوت محمد اشرف وصی صاحب کو دعوت دی گئی۔ پروگرام کے ذریعے تنظیم اسلامی کی دعوت کو اچھی طرح واضح کیا گیا۔ چار احباب نے تنظیم میں شمولیت اختیار کی۔ خواتین وحضرات نے اس پروگرام کے اختتام پر ایسے پروگراموں کو جاری رکھنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ چنانچہ اس پروگرام کی افادیت کو مدِنظر رکھتے ہوئے امیر حلقہ نے ایسے پروگراموں کو مختلف علاقوں میں جاری رکھنے کا اعلان کیا۔ (مرتب: وقار اشرف)

عارف والا میں پندرہ روزہ دعوتی اجتماع

مورخہ 8 جولائی 2006ء کو منفرد اسرہ عارف والا میں پندرہ روزہ اجتماع ہوا۔ پروفیسر ممتاز احمد وٹو نے توجہ دلائی کہ تنظیم کی مرکزی قیادت اور اسرہ عارف والا کے درمیان رابطہ نہیں ہے کیونکہ جب سے اسرہ وجود میں آیا ہے کسی بھی ذمہ دار شخصیت نے عارف والا کا دورہ نہیں کیا۔ نقیبِ اسرہ محمد ناصر بھٹی نے حلقہ لاہور ڈویژن کے امیر جناب بریگیڈیئر (ریٹائرڈ) ڈاکٹر غلام مرتضیٰ کے ساتھ فون پر رابطہ کیا تو انہوں نہایت ہی شفقت کی اور 16 جولائی 2006ء کو عارف والا کے رفقاء کو شرفِ ملاقات بخشا۔ وہ صبح ساڑھے آٹھ بجے عارف والا میں نقیبِ اسرہ کی رہائش گاہ پر پہنچ گئے۔ پاکپتن سے 8 اور عارف والا کے تمام رفقاء بھی تقریباً ساڑھے دس بجے نقیبِ محترم کی رہائش گاہ پر پہنچ گئے۔ ناصر صاحب نے افتتاحی کلمات کہے اور رفقاء کو دعوت دی کہ جناب ڈاکٹر غلام مرتضیٰ سے کسی بھی موضوع پر کھل کر بات کریں۔

ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ مدت سے ملاقات کی آرزو تھی مگر اس کا اجر رفقاء اسرہ عارف والا کے حصے میں آیا کہ انہوں نے خود بلا لیا۔ رفقاء نے فرداً فرداً تنظیم میں شمولیت کے بارے میں بتایا۔ ڈاکٹر غلام مرتضیٰ صاحب نے وعدہ کیا کہ ان شاء اللہ جلد ہی امیر تنظیم اسلامی جناب حافظ عاکف سعید اور ناظمِ اعلیٰ محترم اظہر بختیار خلجی کو بھی عارف والا میں آنے کی دعوت دیں گے۔ انہوں نے باور کرایا کہ بیعت فارم کو اگر غور سے پڑھیں تو واضح ہوگا کہ اس میں پچھلے گناہوں سے توبہ، تجدیدِ عہد اور تجدیدِ ایمان ہے۔ پرفیسر ممتاز صاحب نے UNIVERSITY OF EDUCATION, OKARA میں MULTIMEDIA کے ذریعہ فہمِ دین کورس کرنے کی بات کی' امیر حلقہ نے ہر ممکن تعاون کا وعدہ کیا۔

امیرِ حلقہ نے رسائل اور جرائد کی کھپت پر بھی گفتگو کی۔ انہوں نے "میثاق" جس کی عارف والا میں کھپت 26 ہے' پر مسرت کا اظہار کیا مگر "ندائے خلافت" کی کم تعداد کی طرف توجہ مبذول کروائی۔ اس کے ساتھ ہی رفقاء کے ساتھ ملاقات اختتام پذیر ہوئی۔

امیر حلقہ نے ساڑھے بارہ بجے شہر کے معززین سے ملاقات کی۔ جس میں تقریباً 20 احباب شریک ہوئے۔ اس سلسلے کا اختتامی پروگرام شہر کی معزز شخصیت جناب ملک لیاقت کے دفتر پاکستان پولٹری سروسز، واقع تھانہ بازار عارف والا میں ہوا۔ سبھی احباب نے بات چیت میں حصہ لیا' خاص طور پر حافظ محمد صدیق اور مرزا جمیل نے تو کافی علمی گفتگو کی۔

امیر حلقہ نے اس پروگرام سے متاثر ہو کر اس خواہش کا اظہار کیا کہ اگر نقیبِ محترم کوشش کریں تو ان احباب سے میں دوبارہ ملنا چاہوں گا۔ جس کو نقیبِ محترم نے اپنی خوش قسمتی سے تعبیر

کیا۔ نمازِ ظہر اور کھانے کے بعد آرام کا وقفہ ہوا۔ نمازِ عصر مسجد سلطانیہ میں ادا کی گئی۔ جس کے بعد امیر حلقہ نے درسِ قرآن دیا' جس میں تقریباً 20 کے قریب افراد نے شمولیت کی۔ بعد ازاں امیر حلقہ اپنے ساتھی اسلم صاحب کے ہمراہ لاہور روانہ ہو گئے۔ (مرتب: محمد اشرف)

✿✿✿

ہفت روزہ مبتدی تربیت گاہ

آغاز: 6/اگست 06، 5 بجے شام ــــ اختتام: 12 اگست 06، نمازِ ظہر

تنظیم اسلامی کے تمام مبتدی رفقاء جنہوں نے ابھی تک مبتدی تربیت گاہ میں شرکت نہیں کی' انہیں

قرآن اکیڈمی جھنگ

میں **خوش آمدید**

تربیت گاہ میں شرکت فرما کر تنظیمی فکر کو پختہ کریں

المعلن: مرکزی شعبہ تربیت

برائے رابطہ: 0300-4204035 6366638,6316638

ھدایات

قرآن اکیڈمی پہنچنے کیلئے باہر سے آنیوالے حضرات بس اسٹینڈ سے آٹو رکشہ (کرایہ 40 روپے) یا چنگ چی (کرایہ 10 روپے) لیں اور تقریباً 3 کلومیٹر فاصلے پر ٹوبہ روڈ پر آفیسرز کالونی کے ساتھ لالہ زار کالونی نمبر 2 میں واقع اکیڈمی میں تشریف لائیں۔

رابطہ جھنگ: 047-7628856-7628361

فلک سیر (ٹورسٹ) ریزورٹ ساگز ریسٹورنٹ

ملم جبہ' سوات

9,600 فٹ بلندی پر واقع وادی سوات کے نہایت دلفریب اور پرفضا مقام **ملم جبہ** میں قیام وطعام کی بہترین سہولتوں سے آراستہ

جدید تعمیر شدہ شاندار ہوٹل

مینگورہ سے چالیس کلومیٹر کے فاصلے پر اور سیاحت کارپوریشن پاکستان کی چیئر لفٹ سے چار کلومیٹر پہلے کھلے' روشن اور ہوادار کمرے' نئے قالین' عمدہ فرنیچر' صاف ستھرے ملحقہ غسل خانے'

اچھے انتظامات اور اسلامی ماحول

رب کائنات کی خلاقی و صناعی کے پاکیزہ و دلفریب مظاہر سے قلب و روح کو شاد کام کرنے کا بہترین موقع

تحریکی بھائیوں کے لئے خصوصی رعایت

فلک سیر کارپوریشن' جی ٹی روڈ' امان کوٹ' مینگورہ سوات

فون دفتر: 0946-725056' ہوٹل: 0946-835295'

فیکس: 0946-720031

اسرائیل کو کوئی روکنے والا نہیں؟

لبنان پر وحشیانہ بمباری کرنے کے بعد اسرائیلی بری فوج لبنان میں داخل ہوگئی ہے۔ اب اس کی حزب اللہ کے مجاہدین سے جھڑپیں ہو رہی ہیں' جو جنوبی لبنان کی محافظ فوج تصور کی جاتی ہے۔ یہ سطور سپرد قلم ہونے تک اسرائیل کی وحشیانہ بمباری کے باعث 354 لبنانی شہید ہو چکے ہیں۔ صدمہ انگیز بات یہ ہے کہ ان میں سے بیشتر عام شہری ہیں۔ اسرائیل ڈھٹائی سے لبنانیوں پر ظلم کر رہا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اُسے دنیا کی سب سے طاقتور قوت کی حمایت حاصل ہے۔ امریکا نے حال ہی میں اسرائیل کو لیزر گائیڈڈ بم فراہم کیے ہیں تاکہ وہ کھل کر لبنانیوں کا خون بہا سکے۔

عالم اسلام کی بے بسی کی انتہا ہے۔ ہم تیل کی دولت کے مالا مال ہونے کے باوجود وہ اثر و رسوخ نہیں رکھتے جو ہمارے پاس ہونا چاہیے۔ اس خرابی کی اصل وجہ یہ ہے کہ اسلامی ممالک میں اتحاد نہیں۔ کچھ حزب اللہ کو شیعہ جماعت سمجھ کر اس کی مدد کرنے سے گریز کر رہے ہیں اور بعضوں کی آنکھوں پر دولت کی پٹی بندھ چکی ہے۔ وہ امریکا کے جال میں ایسے پھنس چکے ہیں کہ نکلنا بھی چاہیں تو نہیں نکل سکتے۔ یہ امت مسلمہ کا بہت بڑا المیہ ہے۔

اگر دیکھا جائے تو اسرائیل کے پڑوسی مسلمان ممالک مصر' اردن' شام' لبنان اور سعودی عرب کی مجموعی فوجی طاقت اسرائیلیوں سے کہیں زیادہ ہے' تاہم آپس میں اتحاد و اتفاق نہ ہونے کے باعث اسرائیلی ان پر جارحیت کرتے ہیں۔ اگر ان ممالک کی فوج متحد ہو کر اسرائیل پر حملہ کردے' تو وہ ایٹمی حملے کے علاوہ کسی صورت میں اُن کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ عالمی امن کا بیڑا اسرائیل اور امریکا نے غرق کر رکھا ہے۔ ایک نے عراق اور افغانستان کو نشانہ بنایا ہوا تھا' اب دوسرا لبنان میں انسانی جانوں سے کھیل رہا ہے۔

اسرائیلی حملے سے عالمی طاقتوں کی منافقت بھی سامنے آئی۔ انہوں نے اسرائیل کو کھلی چھٹی دے دی کہ وہ لبنان پر بم اور میزائل برسائے۔ اگر کوئی اسلامی ملک یہ حرکت کرتا' تو ''اتحادی فوج'' نہ جانے کب کی اس پر دھاوا بول چکی ہوتی۔ اسرائیل کی حمایت سے ثابت ہو گیا ہے کہ مغرب میں حقوق انسانی کی باتیں محض ڈھکوسلہ ہیں' حقیقت یہ ہے کہ ''جس کی لاٹھی اُس کی بھینس''۔ حقوق انسانی صرف مغرب تک محدود ہیں۔ ان کے نزدیک تیسری دنیا کے باشندے خصوصاً مسلمان اس کے مستحق نہیں۔

سعودی عرب کا جنگی معاہدہ

سعودی حکومت نے فرانس سے 3.8 ارب ڈالر کا جنگی معاہدہ کر لیا ہے۔ پاکستانی کرنسی میں یہ رقم تقریباً پونے دو کھرب روپے بنتی ہے۔ اس معاہدے کے مطابق فرانسیسی سعودی عرب کو جدید ترین ہیلی کاپٹر اور دوسرا اسلحہ فراہم کریں گے۔ یہ بات خوش آئند ہے کہ سعودی اب امریکا کے علاوہ دیگر ممالک سے ہتھیار خرید کر اپنی فوج کو خوب مسلح کر رہے ہیں۔ اب وہ فرانس اور برطانیہ سے جدید ترین ٹینک اور جنگی طیارے خریدنے کا ارادہ بھی رکھتے ہیں۔

دینی مدارس انسانیت کا درس دیتے ہیں۔حکومت بھارت

بھارتی حکومت نے ملک میں دینی مدارس پر دہشت گردی کے الزامات مسترد کرتے ہوئے کہا ہے کہ دینی مدارس ملک میں انسانیت کا درس دیتے ہیں۔ ان کا کسی بھی طرح کی دہشت گردی سے کوئی تعلق نہیں۔ حکومت اسلامی مدارس کے فروغ کے لیے مزید اقدامات اٹھائے گی۔ بھارتی وزیر داخلہ نے کہا ہے کہ بھارت میں دینی مدارس پر اکثر یہ الزامات لگائے جاتے رہے ہیں کہ وہ دہشت گردی میں ملوث ہیں لیکن حکومت اس تاثر کو سختی سے مسترد کرتی ہے۔ دینی مدارس معاشرے کی تعمیر میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔ یہ لوگ صرف اور صرف انسانیت کے داعی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ حکومت مدارس کی تعمیر و ترقی کے کام کو مزید آگے بڑھائے گی۔

کیا یہ بات عجیب نہیں کہ ایک سیکولر ریاست میں مدارس کے کردار کو سراہا جاتا ہے' مگر اسلامی جمہوریہ پاکستان میں مدارس زیر عتاب ہیں۔ انہیں دہشت گردی اور انتہا پسندی کے الزامات کا سامنا ہے۔ ''روشن خیالوں'' کے لیے یہ صورتحال لمحہ فکریہ ہے۔

صومالیہ اور ایتھوپیا میں جنگ کا امکان

اس سال کے وسط میں صومالیہ کی اسلامی تنظیم' اسلامک کورٹس یونین نے دارالحکومت موغادیشو فتح کر کے صومالی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ کیا تھا۔ جنوبی صومالیہ کی عوام نے مجموعی طور پر اسلامی تنظیم کا خیر مقدم کیا کیونکہ انہیں جنگی سرداروں (وار لارڈز) سے نجات مل گئی تھی۔ صومالی سیاست دان یہ صورتحال کیسے گوارا کر سکتے ہیں جو سیکولر فطرت رکھتے اور عارضی حکومت کے ذریعے ملک پر حکومت کرنے کا خواب دیکھ رہے تھے۔ اب انہوں نے ایتھوپیا سے ساز باز شروع کر دی ہے۔ چنانچہ ایتھوپیا عارضی حکومت کی پشت پناہی کر رہا ہے' اور اس کی فوج جنوبی صومالیہ میں داخل ہو چکی ہے۔

صومالیہ میں ایتھوپیائی فوج کا داخلہ ایک بڑے خطرے کی نشانی ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ جنگ سے تباہ یہ اسلامی ملک دوبارہ لڑائی کے پنجوں میں پھنسنے والا ہے۔ اس کارستانی میں بھی امریکیوں کا ہاتھ ہے جنہوں نے عالمی امن کو تباہ کر رکھا ہے۔ امریکا کا کہنا ہے کہ اسلامک کورٹس یونین کی فوج کا موجودہ سربراہ شیخ حسن طاہر دہشت گرد ہے اور اس کا القاعدہ سے تعلق ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ تنظیم بیشتر صومالیوں کی پسندیدہ ہے کیونکہ اس نے انہیں امن و امان عطا کیا ہے۔ مگر امریکا کو یہ تنظیم ''اسلامی'' ہونے کی وجہ سے ایک آنکھ نہیں بھا رہی۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی ایما پر ایتھوپیا اپنے پڑوسی پر حملہ آور ہو گیا۔

امریکا اور دیگر عالمی طاقتیں یہ نہیں چاہتیں کہ افغانستان کی طرح صومالیہ میں بھی اسلام پسند اقتدار میں آ جائیں' اس لیے ان کے اشارے پر ایتھوپیائی فوج حرکت میں آ گئی ہے۔ اسلامی تنظیم نے اس کے خلاف جہاد کا اعلان کر دیا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ آنے والے دنوں میں کس قسم کے حالات ظہور پذیر ہوتے ہیں۔

افغانستان میں انارکی

اتحادی افواج عرصہ دراز سے افغانستان میں موجود ہیں۔ خیال تھا کہ وہ وہاں امن قائم کرنے میں کامیاب ہو جائیں گی مگر یہ خواب عملی جامہ نہ پہن سکا۔ اب افغانستان میں نیٹو فوج کے کمانڈر لیفٹیننٹ جنرل ڈیوڈ رچرڈز نے اعتراف کیا ہے کہ مختلف وجوہ کی بناء پر یہ ملک انتہا درجے کی انارکی کا شکار ہو گیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ یہاں جنگی سرداروں (وار لارڈز) کی اکثریت ہے جو معمولی باتوں پر لڑ پڑتے ہیں۔ پھر مختلف سرکاری تنظیموں کی آپس میں ہم آہنگی نہیں جس کے باعث افغانستان کی تعمیر نو سست ہے۔

برطانوی جرنیل نے خاص طور پر منشیات کی افغانی تجارت کا ذکر کیا جس کی کل مالیت ایک ارب پونڈ (ایک کھرب بارہ ارب روپے) سے زیادہ بڑھ چکی ہے۔ انہوں نے بتایا کہ جلد نیٹو فوج منشیات کی بڑی مچھلیوں کے خلاف آپریشن کرے گی مگر اس کی کامیابی کے امکانات مشکوک ہیں۔ دراصل کرزئی حکومت میں شامل سیکولر وزیر اس تجارت میں ملوث ہیں۔ یاد رہے کہ طالبان نے اپنے دور میں ملک سے منشیات کی لعنت تقریباً ختم کر دی تھی مگر لادینی حکومت کے آتے ہی تمام برائیاں ایک ایک کر کے ظاہر ہوتی جا رہی ہیں۔

بین الاقوامی برادری خاموش کیوں ہے؟ امام کعبہ

خانہ کعبہ کے امام عبدالرحمن بن عبدالعزیز نے مشرق وسطیٰ کے حالیہ بحران پر کڑی تنقید کرتے ہوئے کہا ہے کہ لبنان اور غزہ پر اسرائیل کی مسلسل بمباری کے باوجود بین الاقوامی برادری آخر کیوں خاموش ہے؟ انہوں نے کہا کہ ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلم امہ قرآن و سنت نبوی ﷺ کو مضبوطی کے ساتھ تھام لے اور متحد ہو جائے۔ انہوں نے سوال کیا کہ آزادی اور حقوق کے ترانے الاپنے والے اب کہاں ہیں' وہ ناانصافی و بربریت کے خلاف متحرک ہو کر بے قصور شہریوں کی جان کیوں نہیں بچاتے۔

took power in October 1999. It does not seem possible that Musharraf would once more abolish the assemblies, defer the constitution, draft his own constitution, and declare a presidential system or even martial law. In the past, he formed a team of so-considered honest, selfless and efficient professionals to rectify the damages done in the past few years and tried to bring back control in the economy, security, governance, judiciary and social welfare of the country. He has clearly failed. Of course, the suffering masses are not interested in democracy or martial law. They want security, dignity, cheap food and energy, as well as economic development. It does not matter to them who delivers this. Nevertheless, it will be a huge task to fool them twice with the same mantra. On the part of General Musharraf, it would amount to saying, "I am redoing the eight-year experiment."

Another option is renegotiating with the Americans. It is not a problem for him to bend backwards even more. He would send Pakistani forces to Iraq, recognize Israel, commit more troops to Miranshah, take responsibility for finishing off the Taliban in Afghanistan and the Madrassas in Pakistan, and allow more unrestricted access to the United States into Pakistan's security and intelligence, as well as nuke apparatus. Nevertheless, for sustaining all this he has to remain the chief of armed forces. With these measures, he can immediately become the blue-eyed boy of the Americans once again and there will be no further chatter in Washington about democracy. But Musharraf will have a revolt on hand in the home front and perhaps even a rebellion in the army.

The third option is to contest elections with whatever support base the general has so far and keep Benazir, Nawaz and Sharif out of the electoral process to weaken their collective nuisance. Some heavy-duty management will be required to "arrange" the required results and to neutralize the MMA and PPP/Nawaz factor. The general has done this with the help of ISI before and can do the same again. Consequently, MQM will continue to exploit the situation and basically nothing will improve in the country in terms of economy and governance or law and order; likewise, the same team of suspects will reappear to exploit him even further for the next four years. Things can get mismanaged if Nawaz and Benazir decided to come back before the elections and launch a street protest calling their court cases politically motivated. The MMA would also join them and a bit of "hidden hand" support could start an unexpected but very real inferno. Even if everything goes well, the general will have to give up his position as the military chief. Losing his military position will make the general lose all attractiveness to Washington, which is mainly concerned with sustaining Pakistan's occupation with the Pakistani armed forces and using the Pakistani army in the interest of the United States.

The fourth option is that the general reads the writing on the wall and decides to quit, handing over power to the next army chief who would promise the elections or would decide to stay in power depending upon what he wants to do. Musharraf will have to leave the country with his family and may settle in some friendly or neutral country like Turkey or a country in Europe. This option suits Washington, but General Musharraf is addicted to power to an extent that it is highly unlikely that he will hang his boots up so easily.

The last option is assassination. He may be assassinated either by his army men, any local resistance groups, Baluchistan Liberation army assassins, or someone sent by the Americans to blame "religious extremists" and pave the way for another general to take over and continue Pakistan's occupation for another decade or so. Being in charge of the general's personal security in many ways, it is only the Americans who can successfully carry out the assassination operation against him. His departure in a violent manner will serve many of the U.S.'s objectives.

In the next few weeks or months, events would basically unfold in one of the many options discussed above. Right now, both Musharraf and Washington are confused and have not clearly decided on any of the options.

The assassination option carries the most weight. We know from experience that leaders in the Muslim world who associated themselves with Washington unconditionally are doomed. The Shah of Iran, General Zia and Saddam Hussein are prominent examples. General Musharraf may continue to rule by force and power, but would not have any grassroots support and hence would remain on shaky ground within his own country.

Washington is now giving General Musharraf a very tough time. He is not finding the courage to stand up to Washington or to face the nation. He has gone silent these days and is not defending U.S. actions, nor is he making supportive statements about the U.S. strategy in the Muslim world. He was under the misconception that Washington would appreciate his concessions, which it was obtaining from the general through blackmail, as his favors. This, however, was not the case. Washington didn't appreciate the "sincerity" and "sacrifice" of the entrapped general. Now, the disillusioned general is annoyed and offended by the American rebuffs to his demands and is feeling ditched and betrayed. That is a sick feeling for a man who had put all his eggs in one big American basket and is now left alone and abandoned to be replaced with another strongman, who could keep himself in uniform for a longer period than the burnt out General Musharraf. A more docile and cooperative political leadership would be the last option considered in Washington.

General Musharraf is in the middle of nowhere at the moment. His only option is to come out clean on his relations with the Americans and to give voice to what he has been hiding from his people and the whole world. He might be portrayed as insane as a result, but to save Pakistan and the world from the scourge of a greater war, he must tell the truth and the whole story of his entrapment to grab the initiative back and restore the confidence of his nation in his words and deeds. Unless General Musharraf restores the confidence of his people in his policies at home by telling the whole truth about the way the ISI was used in 9/11 and how Pakistan has been blackmailed, he is doomed.

Vol: 15 Regd. No. LRL -50 No. 27

Weekly Nida-e-Khilafat Lahore

View Point

Abid Ullah Jan
(e-mail: abidjan@tanzeem.org)

Will America Assassinate General Musharraf ?

General Musharraf wants to remain president-in-uniform till 2012. America wants to keep Pakistan occupied by its armed forces for as long as possible. It seems that with these complimentary objectives, Musharraf and Washington are getting along well. The reality, however, is totally different.

The United States extracted all concessions from General Musharraf through sheer blackmail. Musharraf would never have surrendered Pakistan's sovereignty and independence merely on a phone call from Collin Powell or George W. Bush if he were not blackmailed for the ISI's role in Operation 9/11.

For further details on how his supporters have blackmailed General for the ISI's getting in the 9/11 trap, read From BCCI to ISI.

Or

Of course, the ISI was used to frame Arabs for the 9/11 attacks. But in the process, ISI's guilt was established as an agency supporting and financing the so-declared hijackers. There are ample reasons to believe that evidence about ISI's involvement in 9/11 was used to blackmail General Musharraf into the quickest surrender of our age.

Washington knows that the general did not concede much by choice. With elections for the next parliament due in 2007, General Musharraf is desperately building a political base in the country to get a re-election from the new parliament for the next term or to get a change in the constitution to a presidential democracy to be able to shed the uniform and also to retain the political and executive powers as president. If he succeeds in this plan, this will go in favour of Washington. But Washington sees some serious problems, which would derail Musharraf's bid to remain the most powerful man in Pakistan. This may lead Washington to settle General Musharraf's issue the way it dealt with General Zia. The following factors show that assassinating Musharraf might become one of the best options for the United States in the present circumstances.

General Musharraf has not outlived his utility for Washington as yet. However, it is not possible for General Musharraf to remain the army chief forever. The best way Washington believes its interest could be served is to make General Musharraf's autocratic rule look more democratic. For that, instead of crafting new webs and making another leader to fully submit, Washington would like to see Musharraf become another Hosnie Mubarak in Islamabad. Washington now wants him to shed his uniform and become a civilian president in the present setup.

The dilemma before Washington, however, is that no civilian ruler can use the military in the service of the United States as effectively as General Musharraf is doing as the military chief. At the same time, the U.S. efforts to create an alternate political leadership in the country to increase pressure on Musharraf also seem to be getting nowhere.

General Musharraf's present political allies are more of a liability than asset for him now. The main political allies, the Pakistan Muslim League (PML Quid-e-Azam group), are most corrupt, inefficient and ineffective, with no hope of securing required seats in the next elections. There is also serious internal dissent within the PML (Q).

General Musharraf's other ally, Mutahida Qaumi Movement (MQM), is also considered a corrupt, blackmailing, sub-nationalist-minded, mafia-styled gang, which is fully exploiting the weaknesses of the general. MQM is the most unreliable, even treacherous, political ally for him.

Musharraf propped up the religious alliance of Muthahida majlis-e-Amal (MMA) and then used it for constitutional changes in his favour. Musharraf reneged on public promises to MMA to relinquish the post of chief of army staff as part of the process of restoring democracy in Pakistan. Islamabad's suspension from commonwealth was lifted on the condition that General Musharraf would give up his military uniform by the end of 2004 as a proof of his commitment to democratic reform. Now the religious alliance is sensing his weaknesses and is gearing up its barrage against him. There is a very strong perception within the religious parties that the MQM was behind the Karachi blast in April 2006. Scores of people, including prominent MMA leader Haji Hanif Billo, were killed when a bomb went off at a religious gathering in Karachi. Since then, the government has contemplated no action against the MQM, a factor that will agitate more public anger.

Former prime ministers Nawaz, Sharif and Benazir are now flexing their muscles to challenge him in the coming days. There are talks of joint efforts to remove Musharraf and even the MQM is signaling that it is willing to join such a campaign. If Benazir and Nawaz decided to return before the elections, even their arrest would make them political heroes, creating more embarrassment for the general.

The entire governance and economy is in a big mess. Musharraf relied on Shaukat Aziz, who has miserably failed on all counts. Inflation is wrecking the life of the common man – the vote bank in any elections. That vote bank is not impressed with Shaukat Aziz blowing smoke in their face with economic jargon. For a common man, for example, it is enough to know that the sugar crisis is still haunting the country. The prices have almost doubled in recent months to record levels. Still, there are no imports and all the national demands are being met in abundant supply from local stocks. The price hike gave windfall profits of billions of rupees to a few select sugar cartel mafias within a few months. The much-vaunted National Accountability Bureau was forced to drop the probe immediately after it started. The common man knows that corruption is at an all-time high within the state machinery. Abuse of power and authority are daily headlines. Police and the judiciary system remain most corrupt as well.

Thus, General Musharraf and Washington are now left with extremely limited, difficult and almost impossible options.

Even if the military is still behind him, it is highly unlikely that he may decide to confront the Americans, forget about democracy, stop taking international pressures, and take absolute power in his own hands once again as he had when he